ماہنامہ

# حیاتِ نو

بلریاگنج

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم


انجمن طلبہ قدیم جامعۃ الفلاح کا ترجمان

ماہنامہ

مجلہ

# حیات نو

بلریاگنج

جلد: ۱۳ شعبان ۱۴۱۸ھ دسمبر ۱۹۹۷ء شمارہ: ۱۱

مدیر مسئول
نور محمد فلاحی

معاون مدیر
انیس احمد فلاحی


## بدل اشتراک

| | | | |
|---|---|---|---|
| ☆ سالانہ زر تعاون | : ۵۰/ روپے | ☆ طلبہ کے لیے | : ۳۰/ روپے |
| ☆ خصوصی زر تعاون | : ۱۰۰/ روپے | ☆ اعزازی زر تعاون | : ۱۰۰۰/ روپے |
| ☆ بیرون ملک سے | : ۲۵/ امریکی ڈالر | ☆ قیمت فی شمارہ | : ۵/ روپے |

○ اس دائرے میں سرخ نشان کا مطلب ہے کہ آپ کی مدت خریداری ختم ہو چکی ہے لہٰذا جلد سالانہ زر تعاون ارسال فرمائیں۔

مضمون نگار کی رائے سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

## ترسیل زر کا پتہ


دفتر ماہنامہ " حیات نو " جامعۃ الفلاح بلریاگنج
اعظم گڑھ یوپی ۲۷۶۱۲۱ ۔ فون نمبر ۲۵۱۱۵


کتابت: محمد اشتیاق عالم فلاحی "جامعۃ الفلاح"

# نقوش حیات نو


- اداریہ
  علم کا روگ — انیس احمد فلاحی — ۳
- درس قرآن
  قرآن مجید کی چار اہم خصوصیات — حافظ احسان الحق فلاحی — ۵
- مقالات
  آبادی مسئلہ یا مسئلہ کا حل — ڈاکٹر ایم اجمل فاروقی — ۱۰
  ہالینڈ — جہاں اسلام ایک زندہ حقیقت ہے — ارشد مہدی — ۲۱
  مغربی دنیا کی نظر میں بنیاد پرستی۔ مسلمانوں کا نقطۂ نظر — سید محمد ہارون رشید — ۲۶
- مذاہب عالم
  یہودیت — انیس احمد فلاحی — ۳۱
- تحریکات عالم
  ماسونیت — افتخار الحسن مظہری — ۳۸
- جامعہ کے لیل و نہار — ادارہ
  اجتماع حیدرآباد میں اساتذہ جامعہ کی شرکت — ۴۲
  علیگڑھ کانفرنس میں طلبہ جامعہ کی شرکت
  سالانہ امتحان، مجلس تعلیمی اور مجلس شوریٰ کا اجلاس
- روداد انجمن — ۴۳
  چاند پٹی یونٹ، شوریٰ کا اجلاس
- حلقہ یاراں — محمد حسنین سید، عبدالرشید شری فلاحی — ۴۵
- بہی خواہان جامعہ کی خدمت میں — ناظم جامعہ — ۴۶




اداریہ

# علم کا روگ

علم کی آفات میں سے ایک اہم آفت اور روگ نسیان ہے سید التابعین امام حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ: "آفة العلم النسيان وترك المذاكرة" (جامع بیان العلم وفضلہ: ص...) علم کی تکرار نہ کرنا اور اسے بھول جانا اس کا سب سے بڑا روگ ہے۔

یوں تو بے توجہی اور عدم مذاکرہ نسیان کا عام سبب سمجھا جاتا ہے لیکن اس کا اہم ترین سبب معصیت سے آلودگی ہے۔ امام شافعیؒ نے اپنے استاذ شیخ وکیعؒ سے حافظہ کی کوتاہی کا شکوہ کیا تو انھوں نے معاصی سے اجتناب کی انھیں ہدایت کی۔ امام شافعیؒ نے اس واقعہ کو شعر کے پیکر میں یوں بیان کیا ہے:

شكوت إلى وكيع سوء حفظي — فأوصاني إلى ترك المعاصي
فإن العلم نور من إلهي — ونور الله لا يعطى لعاصي

میں نے حافظہ کی کوتاہی کا شکوہ کیا تو گناہوں سے دامن کشاں رہنے کی میرے استاد وکیع نے وصیت کی، کیونکہ علم نور الٰہی ہے جو کسی معصیت کار کے حوالے نہیں کیا جاتا۔

مذکورہ بالا اشعار میں امام وکیع نے نسیان کی علت یہ بیان کی ہے کہ علوم شریعت چونکہ نور خداوندی کا پرتو ہے اس لئے کسی گنہ گار کو اس نور کا حصہ وافر نہیں عطا کیا جاتا۔

معصیت کے نسیان کا اہم سبب ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جو شخص معاصی کا ارتکاب کرتا ہے اس کا ذہن انتشار کا شکار ہو جاتا ہے اور اس کی تمام ذہنی قوتیں منتشر ہونے کی وجہ سے مرتکز نہیں ہو پاتیں اس لئے اولاً کوئی چیز جلد یاد نہیں ہوتی اور اگر ہو بھی جائے تو بہت جلد وہ معلومات ذہن سے

کم ہو جاتی ہیں۔ اس کو ایک سادہ مثال سے یوں سمجھا جا سکتا ہے کہ شیشہ کے ایک ٹکڑے کو اگر آپ کسی کاغذ کے ٹکڑے پر چند منٹ رکھے رہیں تو سورج کی شعاعوں کے وہاں ارتکاز کی وجہ سے وہ کاغذ جل اٹھے گا ٹھیک یہی معاملہ ذہنی قوتوں کا بھی ہے کہ اگر ذہن یکسو ہو اور تمام قوتیں مرتکز ہوں تو اخبار، جلد یاد ہو جاتی ہیں اور یہ حفظ دیر پا ہوتا ہے لیکن اگر آدمی کا ذہن معصیت کے ارتکاب کی وجہ سے منتشر ہو تو قوت حافظہ کمزور ہو جاتی ہے۔

لہٰذا طالبان علوم شریعت کو چاہئے کہ وہ اپنے دلوں کو گناہوں سے مجتنب رہ کر پاک و صاف رکھیں تاکہ ان کا شفاف دل نور الٰہی کا ظرف بن سکے اور ذہنی قوتوں کے ارتکاز کی وجہ سے قوت حافظہ بڑھ سکے۔



# قرآن مجید کی چار اہم خصوصیات

حافظ احسان الحق فلاحی

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَتْكُمْ مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَشِفَاءٌ لِمَا فِي الصُّدُورِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِلْمُؤْمِنِينَ ۔ (سورۃ یونس، ۵۷)

لوگو تمہارے پاس تمہارے رب کی جانب سے رحمت آگئی ہے اور ایسی چیز جو دلوں کی بیماریوں کے لئے شفاء ہے اور اہل ایمان کے لئے ہدایت و رحمت۔

یہ سورہ یونس کی ۵۷ ویں آیت ہے۔ سورہ یونس مکی زندگی کے آخری دور میں نازل ہونے والی سورتوں میں سے ہے اس سورہ میں مشرکین کو کفر و شرک کے مہلک اور خطرناک نتائج سے آگاہ کیا گیا ہے۔ اور ساتھ ہی ساتھ دعوت حق قبول کرنے والوں کو خوشخبری سنائی گئی ہے کہ دنیا اور آخرت میں سرخروئی اور کامیابی انہیں کے لئے مقدر ہے اس آیت سے پہلے آیت ۳۸ میں مشرکین مکہ کا یہ اعتراض نقل کیا گیا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسے خود گڑھ کر پیش کر رہے ہیں یہ اللہ کا کلام نہیں ہے اس اعتراض کا مسکت اور دندان شکن جواب اسی آیت میں یہ کہہ کر دیا گیا کہ اگر واقعی تمہاری یہ بات سچ ہے تو تم بھی اسی جیسی کوئی سورہ پیش کر کے دکھا دو اور اس کام کے لئے جن جن لوگوں کی مدد تم حاصل کر سکتے ہو انہیں بھی بلا لو۔ اب اس آیت میں انہیں لوگوں کو قرآن کی قدر و قیمت اور اس کے نزول کی اہمیت و ضرورت کا احساس دلایا جا رہا ہے۔

اس آیت میں قرآن کی چار خصوصیتیں بیان کی گئی ہیں۔

پہلی خصوصیت موعظت ہے جس کے معنی مؤثر نصیحت کے آتے ہیں پورا قرآن پند و نصیحت اور عبرت و موعظت کا ایسا خزانہ ہے جس سے دلوں

میں نرمی اور گداز پیدا ہوتا ہے خشیت الٰہی میں اضافہ ہوتا ہے اور انابت الی اللہ کی کیفیت طاری ہوتی ہے بشرطیکہ انسان اپنے دل کے دریچوں کو کھلا رکھے اور اس پر غفلتوں کی تہیں جمی ہوئی نہ ہوں۔ قرآن مجید کی اس خصوصیت کو دوسری تحریروں میں بہت زیادہ نمایاں کر کے بیان کیا گیا ہے بطور مثال چند آیتیں ملاحظہ ہوں۔

اَللّٰہُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ کِتٰبًا مُّتَشَابِہًا مَّثَانِیَ تَقْشَعِرُّ مِنْہُ جُلُوْدُ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّہُمْ ثُمَّ تَلِیْنُ جُلُوْدُہُمْ وَقُلُوْبُہُمْ اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ (سورہ زمر: ۲۳)

اللہ نے بہترین کلام اتارا ہے ایک ہم رنگ کتاب کی شکل میں اور جس میں بار بار مضامین دہرائے گئے ہیں اس سے ان لوگوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرنے والے ہیں پھر ان کے بدن اور ان کے دل نرم ہو کر اللہ کے ذکر کی طرف جھک پڑتے ہیں۔

اِنَّمَا یُؤْمِنُ بِاٰیٰتِنَا الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِّرُوْا بِہَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّہِمْ وَہُمْ لَا یَسْتَکْبِرُوْنَ (سورہ سجدہ: ۱۵)

ہماری آیتوں پر تو وہی لوگ ایمان لاتے ہیں جن کا حال یہ ہے کہ جب ان کے ذریعہ سے ان کو یاد دہانی کی جاتی ہے تو وہ سجدہ میں گر پڑتے ہیں اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور وہ تکبر نہیں کرتے۔

ایک تیسری آیت ہے: وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَی الرَّسُوْلِ تَرٰٓی اَعْیُنَہُمْ تَفِیْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاکْتُبْنَا مَعَ الشّٰہِدِیْنَ (سورہ مائدہ: ۸۳)

اور جب یہ لوگ سنتے ہیں اس کو جو رسول کی طرف نازل کیا گیا تو حق کو پہچان لینے کے باعث تم ان کی آنکھوں کو اشکبار دیکھتے ہو اور کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم ایمان لائے پس تو ہمیں حق کی گواہی دینے والوں کے ساتھ لکھ لے۔

اس کے برخلاف جو لوگ اپنے دلوں کے دریچوں کو بند رکھتے ہیں اور غفلتوں کی تہیں جما لیتے ہیں ان کے تعلق سے قرآن کا فیصلہ یہ ہے۔



وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَیْنَکَ وَبَیْنَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَۃِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا (سورہ بنی اسرائیل: ۴۵)

اور جب تم انہیں قرآن پڑھ کر سناتے ہو تو ہم تمہارے درمیان اور جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے درمیان پوشیدہ پردہ حائل کر دیتے ہیں۔

"انا جعلنا علی قلوبہم اکنۃ" ... الخ" بلاشبہ ہم نے ایسے لوگوں کے دلوں پر پردے ڈال دیتے ہیں کہ وہ کچھ نہ سمجھیں اور ان کے کانوں میں گرانی پیدا کر دی ہے کہ وہ سن نہ سکیں اور اگر تم انہیں ہدایت کی طرف بلاؤ گے تو ایسی صورت میں وہ ہرگز ہدایت نہیں پائیں گے۔

قرآن مجید کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ یہ دل کی بیماریوں سے شفایاب کرتا ہے جس طرح انسان کے جسم کو بہت ساری بیماریاں لاحق ہوتی ہیں اسی طرح دلوں کو بھی روگ لگ جاتے ہیں جو اسے کہیں کا نہیں رہنے دیتے جیسے جہالت، کفر، شرک، نفاق، ایمانی کمزوری، بے عملی، سرکشی، اور اعتقادی، فکری اور اخلاقی بگاڑ وغیرہ۔ قرآن میں ان تمام بیماریوں کا شافی علاج موجود ہے۔ اور یہ درحقیقت قرآن کی صفت موعظت کا لازمی نتیجہ ہے کہ دلوں سے وہ ساری بیماریاں کافور ہوتی چلی جائیں جن کے ہوتے ہوئے رضائے الٰہی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا ہے۔ سورہ بنی اسرائیل کی آیت ذیل میں قرآن کی یہ صفت اس طرح بیان ہوئی ہے۔

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا ہُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَۃٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ وَلَا یَزِیْدُ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا خَسَارًا (سورہ بنی اسرائیل: ۸۲)

اور ہم قرآن کی شکل میں وہ کچھ نازل کر رہے ہیں جو مومنین کے لئے شفاء اور رحمت ہے مگر ظالموں کے لئے خسارے کے سوا اور کسی چیز میں اضافہ نہیں کرتا۔

یہاں ظالموں سے مراد وہی لوگ ہیں جن کے دلوں کے دریچے اس طرح بند ہیں کہ قرآنی آیتیں ان کے کانوں سے ٹکرا کر ہی رہ جاتی ہیں اندر نہیں داخل

میں بیان کردہ چاروں خصوصیات پر غور کرنے سے محسوس ہوتا ہے کہ ان کے اندر یہ منطقی ترتیب پائی جاتی ہے یعنی پہلے موعظت کا ذکر ہے جس سے دلوں میں گداز و نرمی نیز بندگی کی طرف جھکاؤ پیدا ہوتا ہے پھر شفاء کا ذکر ہے جو انسانی زندگی پر اس نرمی و گداز اور اللہ کی طرف جھکاؤ کے نتیجے میں پڑنے والے اثرات کا منفی پہلو ہے اس کے بعد ان اثرات کے مثبت پہلو "ہُدًی" کا ذکر ہے آخر میں رحمت کا ذکر ہے جو درحقیقت قرآن کی دکھائی ہوئی راہ اپنانے والوں پر خوشنودی رب کے نتیجے میں صلہ اور انعام کے طور پر نازل ہوتی ہے یہ رحمت کبھی ابتلاء اور آزمائش کی نازک ترین گھڑیوں میں طمانیت قلب اور سکون کی شکل میں کبھی کفر کی ہزیمت اور حق کی فتح کی شکل میں اور کبھی طاغوت کے مکمل خاتمے اور حق کی مکمل بالادستی کی شکل میں جلوہ گر ہوتی ہے۔ اس رحمت کی تکمیل آخرت میں ہوگی۔ جہاں حق پرستوں کو ان کے صلہ اور انعام کی آخری قسط جہنم سے آزادی اور دخول جنت کی شکل میں دی جائے گی۔



ہو پائیں جن کے بارے میں سورہ بنی اسرائیل ۴۵ اور سورہ کہف کی ۵۷ میں اللہ کی یہ سنت بیان ہوتی ہے کہ ایسے لوگ کسی بھی طرح راہ یاب نہیں ہو سکتے۔

آیت زیر درس میں قرآن حکیم کی تیسری خصوصیت "ہُدًی" بیان ہوئی ہے یعنی یہ کتاب زندگی کے ہر معاملے میں، ہر موڑ پر اور ہر میدان میں صحیح رہنمائی دیتی ہے۔ یہ بتاتی ہے کہ صحیح کیا ہے غلط کیا ہے، حلال کیا ہے حرام کیا ہے اور جائز کیا ہے اور ناجائز کیا ہے۔ یہ سیاسی، معاشی اور معاشرتی مشکلات و مسائل کا صحیح حل پیش کرتی ہے اور یہ ایسے قوانین اور اصول و ضوابط پیش کرتی ہے جن سے علمی، فکری، اعتقادی، عملی اور اخلاقی لحاظ سے ایک پاکیزہ اور صالح معاشرہ وجود میں آتا ہے قرآن کی اس خصوصیت کی مزید وضاحت درج ذیل آیات سے ہوتی ہے۔

۱۔ هَٰذَا بَصَائِرُ مِن رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ (اعراف: ۲۰۳)

یہ بصیرت کی روشنیاں تمہارے رب کی طرف سے اور ہدایت و رحمت ہے ان کے لئے جو ایمان لائیں۔

۲۔ قُلْ نَزَّلَهُ رُوحُ الْقُدُسِ مِن رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِينَ آمَنُوا وَهُدًى وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ (سورۃ النحل: ۱۰۲)

کہو کہ اسے روح القدس نے ٹھیک ٹھیک میرے رب کی طرف سے بتدریج نازل کیا ہے تاکہ ایمان لانے والوں کے ایمان کو پختہ کرے اور فرماں برداروں کو زندگی کے معاملات میں سیدھی راہ بتائے اور انہیں فلاح و سعادت کی خوشخبری دے۔

۳۔ إِنَّ هَٰذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ (بنی اسرائیل: ۹)

حقیقت یہ ہے کہ یہ قرآن وہ راہ دکھاتا ہے جو بالکل سیدھی ہے قرآن کریم کی چوتھی خصوصیت یہ بیان کی ہوئی ہے کہ یہ کتاب سراپا رحمت ہے آیت

# آبادی مسئلہ یا مسئلہ کا حل؟

ڈاکٹر ایم اجمل فاروقی

آزاد ہند کی پچاسویں سالگرہ کے موقع پر لوک سبھا کے خصوصی اجلاس منعقدہ ۲۶ تا ۳۱ اگست ۱۹۹۷ء میں گذشتہ پچاس سال کا تجزیہ کرتے ہوئے اکثر ممبران نے ناکامی کی وجوہات پر روشنی ڈالتے ہوئے نمبر ایک پر بڑھتی ہوئی آبادی کو رکھا تھا تقریباً ہر دوسرے مقرر نے غریبی، بے روزگاری، سہولیات کی کمی ۔ کے لئے بڑھتی آبادی کا رونا رویا۔ فرقہ پرست پارٹیوں نے تو مسئلہ کو اس طرح اچھالا کہ جیسے آبادی کے پورے اضافہ کے لئے صرف مسلمان ہی ذمہ دار ہوں۔ ایک بیوی ... سے پانچ اور چار بیویوں سے اسّی بچوں کی تھیوری بھی ایک فاضل مقرر نے پیش کی۔ آئندہ صفحات میں، میں نے اسی موقع سے لوک سبھا سکریٹریٹ سے شائع شدہ جلد "ہندوستانی پارلیمانی جمہوریت کے پچاس سال" سے اور اگست ۱۹۹۷ء میں سنڈے آبزرور کی خصوصی اشاعت میں شائع شدہ اعداد و شمار کے حوالہ سے نیز دیگر ملکی اخبارات میں شائع شدہ مواد کی مدد سے یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ:

کیا ترقیاتی کاموں کی ناکامی کا سبب آبادی میں اضافہ ہے؟

کیا وسائل ناکافی ہیں؟

کیا آبادی مسئلہ ہے؟

آزادی کے وقت آبادی ۳۶۰ ملین تھی جو آج پچاس سال بعد لگ بھگ ایک ارب ہے۔ مگر بھوک اور افلاس سے اموات کی خبریں شاذ و نادر ہی آتی ہیں مگر آج سے سینکڑوں سال پہلے ۱۸۸۰ء تا ۱۹۰۰ء کے درمیان ۲۰ بار اناج کی کمی واقع ہوئی جب کہ آبادی یقیناً آج سے ۱۰٪ ہی رہی ہوگی۔ ۱۹۵۰ء کے بعد سے آزادی کے وقت تک



۲۰ بار قحط اور سوکھا پڑا جس میں تقریباً ۲۰ ملین لوگوں کی جانیں گئیں۔ جبکہ اس وقت زمین اور اس کے وسائل پر آبادی کا دباؤ بہت کم تھا۔

۱۹۵۵ء میں ہندوستان میں فی کس اناج ۵۰ا کلوگرام سالانہ کے حساب سے ملتا تھا مگر آج یہ ۱۸۰ کلوگرام فی کس سالانہ ہو گیا ہے۔ جس میں اضافہ کی رفتار ۱۵۰۰٪ ہے۔ آزادی کے وقت ملک میں اناج کی سالانہ پیداوار ۵۰ لاکھ ٹن تھی جو آج ۱۹۸۰ لاکھ ٹن ہے جو تقریباً ۴ گنا ہے۔ جب کہ آبادی میں اضافہ پیداوار کے اضافہ سے کم ہے۔ آزادی کے وقت آبادی ۳۶۰ ملین تھی آج وہ ۹۶۰ ملین ہے یعنی تقریباً ۳ گنا اضافہ ہوا ہے۔

آزادی کے وقت شرح پیدائش ہزار میں ۴۲ کی تھی آج ہزار میں ۲۸ ہے جب کہ آئیڈیل ۱۲۰۱۱ مانا جاتا ہے۔ بے روزگاری کی شرح ۲۰۰۰ء میں ۱۵۹٪ تھی جب کہ روزگار کی شرح ۱۹۰٪ تھی۔

مندرجہ بالا اعداد و شمار سے قطعی طور سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ:

دراصل آبادی کی بنیادی ضرورت روٹی، کپڑا، مکان اور روزگار کے لئے اناج، زمین، روزگار یا دیگر قدرتی وسائل کی کمی تو تھی ہی نہیں تو پھر سوال اٹھتا ہے کہ کمی کہاں تھی؟

دراصل جو اصل کمی تھی اس کو جان بوجھ کر چھپایا جا رہا ہے اور ٹھیکرے کی بلا بندر کے سر تھوپا جا رہا ہے۔ کیسے؟

غلط ترجیحات

سرکاری آمدنی کا غلط استعمال

کرپشن

بلیک منی (BLACK MONEY)

**غلط ترجیحات**

سماج اور نظام کے کس حصہ پر کتنا خرچ ہونا چاہئے یہ تو ارباب اقتدار کو ہی طے کرنا ہوتا ہے۔ اب اگر یہ ارباب اقتدار جس میں بیوروکریسی یعنی (افسران اعلیٰ) اور لیڈران ملک دونوں شامل ہوتے ہیں سماج کے مسائل سے واقفیت

ہی نہ رکھتے ہوں اور ذاتی مفاد کی وجہ سے انجان بن جاتے ہوں جب کہ صورت واقعہ یہ ہے کہ تمام پلاننگ سماج کے اعلیٰ طبقہ کے مفاد کے تحفظ میں ختم ہو جاتی ہے۔ اور اسی کی ضروریات کا زیادہ لحاظ کیا جاتا ہے۔

مسئلہ چاہے اشیاء خورد و نوش کی قیمتوں کا ہو، تعلیم کا ہو، صحت کا ہو، آمد و رفت اور رہنے کا ہو یا روزگار کا۔ ہر لحاظ سے اسی طرح پلاننگ کی گئی ہے کہ نتیجتاً

تعلیم کا انتظام ضرورت کے مطابق نہیں ہو سکا۔ تعلیم پر ہونے والے خرچ کا چند ممالک کا موازنہ اس طرح ہے:۔

بھارت ۳٪

تھائی لینڈ ۴٫۲٪

ملیشیا، ۸٫۴٪ جبکہ یہ خرچ کم از کم ۶٪ ہونا چاہیئے۔

**آمدنی** | کل قومی آمدنی کا نیچے کی ۲۰٪ فیصد آبادی کے حصہ میں صرف ۷٪ آتا ہے جبکہ اوپر کی ۲۰٪ آبادی کو قومی آمدنی سے ۴۴٪ حصہ ملتا ہے۔

**صحت** | پہلے پنج سالہ منصوبہ میں اسی مد میں ۳٫۳٪ خرچ ہوتا تھا مگر آٹھویں پلان میں اس مد میں صرف ۱٫۷۴٪ رکھا گیا ہے۔

**زراعت وصنعت اور خدمت** | کہا جاتا ہے کہ ہندوستان زرعی ملک ہے۔ ۷۰٪ آبادی گاؤں میں رہتی ہے مگر پالیسیاں اس طرح بنائی گئی ہیں کہ معاش (ECONOMY) کے تین اہم اجزاء زراعت صنعت اور خدمت میں سے زراعت کا سب سے بڑا حصہ معاشی نظام میں تھا اس میں لگاتار کمی آ رہی ہے۔

| | زراعت | خدمت | صنعت |
|---|---|---|---|
| ۱۹۵۱ | ۷۲٪ | ۱۷٪ | ۱۰٪ |
| ۱۹۷۲ | ۷۲٪ | ۱۷٪ | ۱۰٪ |



| | | | |
|---|---|---|---|
| ۱۹۸۱ | ۳۹٪ | ۹۰٪ | ۳٪ |
| ۱۹۹۱ | ۴۲٪ | ۳۲٪ | ۱۱٪ |

۱۹۵۱ سے لیکر ۱۹۹۱ کے درمیان زراعت کا حصہ ملکی معیشت میں سے لگاتار کم کیا گیا اور صنعت اور سروس (خدمت) کا حصہ لگاتار بڑھا۔ اور وہ بھی ایسی صنعت جس میں سرمایہ زیادہ لگتا ہے روزگار کم ملتا ہے۔ سرکار نے نئی نئی معاشی پالیسیوں کے تحت بڑے سرمایہ کاروں اور بڑی صنعتوں کو ٹیکس میں بھی رعایتیں دیں جس میں سے سرکاری آمدنی کا بھی نقصان ہوا اور چھوٹی صنعتوں کا بھی گلا گھونٹا گیا۔ زراعت کے لئے آبپاشی بہت اہم ہے۔ مگر گذشتہ پچاس سالوں میں کل قابل زراعت اراضی کا صرف ۳۰٪ حصہ ہی آبپاشی کے نظام کے تحت لایا گیا ہے۔

بقیہ ۷۰٪ حصہ بارانی زمین ہے۔ اور صرف بارش کے پانی پر منحصر ہے۔ اس سے یہ بات کتنی واضح ہو کر سامنے آتی ہے کہ صرف ۳۰٪ حصہ کو آبپاشی مہیا کرا کر اناج کی مقدار ضرورت سے زائد ہو رہی ہے تو اگر یہ تناسب بڑھ کر ۷۰٪ ہو جاتا ہے تو یہ آج سے دوگنی آبادی کے لئے اناج پیدا کرنے کے لئے کافی ہوگا۔

زراعت کے میدان میں پالیسی بنانے والوں نے حالیہ چند سالوں کے دوران نقد آمدنی والی فصلوں پر زیادہ زور دیا ہے جس میں سبزیاں، جڑی بوٹیاں، پھل اور پھول شامل ہیں۔ اس سے بڑے پیمانے پر کاشتکاروں نے غلہ، دال اور تلہن کی کاشت کو بند کر دیا ہے جس سے ۹۶-۹۵ء کے عرصہ میں اناج دال اور تلہن کی قیمتیں بڑھی ہیں۔ گرچہ حکومت کو اور بالواسطہ طور پر ان کسانوں کو بھی اور عام عوام کو اس کا نقصان اٹھانا پڑا کیونکہ جتنا زرمبادلہ نقد فصلوں کی فروخت سے حاصل ہوا اس سے زیادہ زرمبادلہ اشیاء ضروریہ کو امپورٹ کرنے میں (جیسے گیہوں، خوردنی تیل، چنا، دالیں وغیرہ) صرف ہو گیا۔ چند بڑے کسانوں کی خوشحالی کا بڑا فائدہ پوری معیشت کو بھگتنا پڑا۔ اور سب سے بری بات یہ کہ اشیاء خورد و نوش

پر بیرونی انحصار سے ملکی آزادی کو خطرہ پیدا ہوا۔ کب اسٹریلیا اور امریکہ اپنے گیہوں کے بدلے اپنی جائز ناجائز شرطیں منوانے لگیں کچھ پتہ نہیں۔

یہاں بالکل واضح ہے کہ زراعت کے شعبہ میں حکومت کی پالیسی صرف بڑے کاشت کاروں کو سامنے رکھ کر بنائی گئی اور چھوٹے کسانوں کو نظر انداز کیا گیا جس سے غربت اور افلاس بڑھا اور شہروں کی طرف آبادی کا بہاؤ بھی بڑھا۔

**بڑھتا سرکاری خرچ** عوامی فلاح و بہبود پر سرکاری آمدنی کا خرچ لگاتار کم ہوتا رہا اور سرکاری مشینری افسروں ان کی کوٹھی کار، علاج، ٹیلی فون بل و بیرونی ممالک کے سفر و سفر اندرون ملک وغیرہ اور عملہ کے اخراجات میں جس کو غیر ترقیاتی خرچ کہہ سکتے ہیں وہ لگاتار بڑھ رہا ہے۔ تنخواہ کمیشن کی حالیہ سفارشات سے جتنا بوجھ بڑھا ہے وہ چند لاکھ سرکاری عملہ کا اتنا خرچ ہے جتنا کہ ملک کی کاشت کار آبادی کو کھاد کی سبسڈی میں دیا جاتا ہے اس کے علاوہ یہ خرچہ مستقل بڑھ رہا ہے۔ خود اس پارلیمنٹ کا خرچہ بے حساب بڑھ رہا ہے۔ مزہ کی بات ہے کہ اسی سیشن میں ممبران لوک سبھا کے بھتے دگنے کئے گئے اور ایک اندازہ کے مطابق تمام بھتے اور سہولیات کا خرچ ملا کر اس وقت ایک ممبر پارلیمنٹ کا ماہانہ خرچہ دو لاکھ روپیہ سرکاری خزانہ ادا کر رہا ہے۔

سرکاری آمدنی اور سرکاری خرچہ کا تناسب جو ۹۳-۹۲ء میں ۳۰٪ تھا ۹۶-۹۴ء میں بڑھ کر ۲۸٪ ہو گیا سرکاری خرچ جو ۸۰ء کے وسط میں ۳۳٪ تھا سنہ ۹۵-۹۴ء میں ۲۹٪ ہو گیا۔ مگر ترقیاتی مدات میں ۶۰٪ سے گھٹ کر ۵۴٪ رہ گیا۔

جواہر لال نہرو یونیورسٹی کے پروفیسر ایشوری پرساد کے مطابق گذشتہ سال میں سرکار کی غلط ترجیحات اور پالیسیوں کی وجہ سے ضروری اشیاء گیہوں، چینی، چاول، تیل وغیرہ کی قیمتیں صد فی صد بڑھی ہیں مگر اشیاء تعیش یا امیر لوگوں کی کار، فریج، V.C.R، T.V، کمپیوٹر، A.C سستے ہوتے ہیں ان کے کل پرزوں پر



امپورٹ ڈیوٹی کم کی گئی ہے اور ایکسائز ڈیوٹی بھی کم کی گئی ہے۔

اس کے علاوہ ساز و سامان کو کارآمد بنانے کے لئے درکار توانائی پٹرول ڈیزل، بجلی کی صورت میں درکار ہوتی ہے ان سب پر سرکار سبسڈی دیتی ہے لاگت سے کم قیمت پر فروخت کرتی ہے اس کا نقصان بھی غریب عوام کو اٹھانا پڑتا ہے۔

**وسائل پر بوجھ تعداد کا یا اسراف کا** یہ اس بحث کا سب سے اہم اور فیصلہ کن نقطہ ہے کہ کرہ ارض کے وسائل پر زیادہ بوجھ ایک عام شہری زیادہ ڈالتا ہے یا ایک دولت مند شخص۔ پروفیسر موہن لا کے مطابق ایک عام ایشیائی شہری کے تناسب ایک امریکی شہری زمین کے وسائل پر ۳۰٪ زیادہ بوجھ ڈالتا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ اصل سوال ہے طریقہ زندگی کا جن کا طریقہ زندگی قدم قدم پر وسائل کا محتاج ہے وہ ہی زمین کے وسائل پر زیادہ بوجھ ہیں۔ پروفیسر امرتیا سین کا کہنا ہے کہ زمین کے وسائل آبادی کے لئے ناکافی نہیں ہیں مگر اہم چیز ان وسائل کی منصفانہ تقسیم ہے۔ انہوں نے تو ایک نئی اصطلاح بھی ایجاد کی ہے جسے وہ آبادی کے ہراس (POPLATION SCARE) سے تعبیر کرتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ زمین کو آبادی سے نہیں اسراف سے خطرہ ہے۔ ہندوستان میں ۲۰٪ امیر لوگ ۵۲٪ خرچہ کرتے ہیں اور ۲۰٪ غریب لوگ ۷.۱٪ خرچ کرپاتے ہیں۔

**کالا دھن** ہندوستان کی معیشت میں سب سے کھوکھلا کرنے والا عنصر کالے دھن کا ہے۔ جو ناجائز طریقہ پر کمایا جاتا ہے ناجائز طریقہ پر رکھا جاتا ناجائز کاموں کو فروغ دیتا ہے اور ناجائز اور اسراف کے کاموں پر خرچ ہوتا ہے ایک محتاط اندازہ کے مطابق اس وقت بھی ہندوستان میں تقریباً اٹھارہ ہزار کروڑ روپیہ کالا دھن اکٹھا ہے۔ جو باہر بھیجا جا چکا وہ الگ ہے۔ بڑے بڑے سرمایہ دار اپنی امپورٹ آمدنی کا بڑا حصہ اس ملک میں لاتے ہی نہیں ہیں۔ نہ اس پر

سرکار کو ٹیکس ملتا ہے۔ نہ اس سے روزگار پیدا ہوتا ہے۔

## کرپشن

تمام ترقیاتی کاموں تعلیم، صحت، امداد، سڑک، ڈیم پل کے لئے جاری کی گئی رقوم کا بڑا حصہ افسروں اور رہنماؤں کی جیب میں چلا جاتا ہے۔ اس وقت جو ملکی منظر نامہ ہے اس میں کرپشن کے بارے میں کچھ کہنا بہت اچھی بات نہیں ہے۔ مگر گاؤں میں تعلیم کے خرچ سے لے کر یا گاؤں میں ہینڈ پمپ اور کھرنجہ لگانے سے لے کر بوفورس منگوانے تک ہر معاملہ میں صرف ٪۲۰ رقم ہی کام پر خرچ ہوتی ہے۔ اور یہ آپ سب اپنی روزانہ کی زندگی میں تجربہ بھی کرتے ہیں۔ وقت کا وزیر اعظم (شری راجیو گاندھی) بھی جب یہ کہنے پر مجبور ہوئے کہ صرف ٪۲۰ - ۱۰۰ روپیہ ہی اپنی منزل تک پہونچتا ہے باقی ستا (حکومت) کے دلالوں کی جیب میں چلا جاتا ہے۔ جب وسائل کا استعمال ترقیاتی کاموں میں ہوا ہی نہیں تو مسائل تعلیم و صحت زراعت و آمد و رفت، پانی یا مکان کے حل کیسے ہوتے؟ اگر ان وسائل کے استعمال کے بعد بھی مسائل باقی رہتے تو آبادی کا اضافہ ذمہ دار ہوتا۔ مگر جس چھلنی میں آب حیات ڈالا جا رہا تھا اس میں چھید اتنے بڑے اور اتنے زیادہ تھے کہ وہ رکا ہی نہیں اور نہ خاطر خواہ نتیجہ نکلا۔ تو الزام آب حیات کے سر آیا جب کہ غلطی چھلنی میں ہوئے چھیدوں کی ہے جس کو چھپانے کی کوشش ہو رہی ہے کیونکہ ایسا نہ ہوا تو گھوٹالوں کے حمام میں تمام ممبران پارلیمنٹ اور افسران اور سرمایہ داران جو پچھلے پچاس سال میں حکومت کے ذمہ دار رہے ہیں سب کے سب ننگے نظر آئیں گے۔

تو اس بے عزتی سے بچنے کے لئے ان تینوں کے محور نے اقدام بہترین دفاع ہے کے اصول کے تحت سارا الزام بڑھ چڑھ کر غریب عوام کی عیاشی یعنی آبادی میں اضافہ کر کے سر منڈھ دیا۔ اور اتنی شدت اور مہارت سے اس کا پروپیگنڈہ کیا کہ یہ غریب خود ہی کہہ رہا ہے کہ "سرکار بھی کیا کرے آبادی اتنی بڑھ گئی



ہے"۔ اسی عیاری کو کہتے ہیں حکومت کرنے کا فن یا ظلم و استحصال کا آرٹ۔

## آبادی کا بہاؤ شہروں کی طرف

اس مسئلہ کی تہ میں بنیادی طور پر دو ہی عنصر موجود ہے کہ گاؤں اور قصبوں میں ترقیاتی کام نہیں ہوئے۔ وہاں انسانی ضروریات کی تکمیل کا نظام فروغ پذیر نہیں ہوا۔ دیہات اسکول، اسپتال، سڑکیں، ذرائع آمد و رفت نہیں پہونچائے گئے۔ ذرائع مواصلات سے محروم رکھا گیا۔ دوسری طرف زراعت کو ختم کیا گیا۔ زرعی مزدوروں کے حقوق کی حفاظت نہیں کی گئی۔ اور صنعتوں کا جماؤ بڑے بڑے شہروں کے آس پاس ہی رکھا گیا۔ لازماً وہاں آبادی بڑھنی تھی، جہاں روزگار اور سہولتیں ہوں گی۔ گاؤں میں سہولتوں کے نہ ہونے سے وہاں متعین سرکاری عملہ ڈاکٹر، استاد، انجینئر وہاں نہیں رکتے۔ اور جو کچھ کاغذوں پر نظر آ رہا ہے عملاً وہ بھی وہاں نہیں ہوتا۔ سڑکوں کا حال جب شہروں میں یہ ہے اور راجدھانیوں میں اتنی خستہ و خراب ہیں تو دیہاتوں میں کیا حال ہوگا؟ تمام وجوہات کی بنا پر آبادی کا انتقال گاؤں سے شہروں کی جانب ہو رہا ہے۔ اور اس کا الزام آبادی میں اضافہ کو دیا جا رہا ہے جب کہ گاؤں خالی ہو رہا ہے ہیں بوڑھوں اور عورتوں کے علاوہ وہاں کوئی نہیں ملتا۔ نیتا، افسر، سرمایہ دار کے مفادات نے یہ صورت حال پیدا کی ہے اور غریب کو الزام دیا ہے۔

## کیا انسانی وسائل دولت نہیں ہے؟

مغرب نے ہمارے ذہنوں میں یہ بٹھایا کہ انسان تو صرف مسئلہ ہے اور وہ بھی کالا آدمی، اور ہم نے اس فلسفہ کو قبول بھی کر لیا۔ ہندوستان میں ہر سال ٪۲٫۰ کی انسانی وسائل کی ترقی ہوتی ہے۔ اگر اس کی صحیح تعلیم و تربیت اور صحت کی دیکھ بھال ہو تو یہ انسان ملک کی ترقی کے لئے بہت بڑا سرمایہ ہیں۔ مگر مغرب نے اپنے سرمایہ کے بے روک ٹوک بہاؤ کو تو غریب ممالک میں

سرمایہ کے بل پر جاری کرا دیا۔ مگر غریب ممالک کے پاس پائے جانے والے انسانی سرمایہ کے بہاؤ پر اپنے یہاں پابندیاں لگا دیں۔ مغربی ممالک یہ تو کہتے ہیں کہ غریب ممالک اپنے یہاں باہر سے سامان آنے پر لگائی گئی پابندیوں کو ختم کر دیں مگر یہی مغربی ممالک غریب ممالک کے انسانی سرمایہ کو اپنے یہاں نہیں آنے دیتے اس پر ویزا اور اسپانسر شپ اور گرین کارڈ کی پابندیاں ہیں۔

دراصل خود غرضی اور عیاشی کے فلسفہ کے تحت وجود میں آنے والی مغربی تہذیب نے اپنے عیش و آرام میں خلل کے ڈر سے خاندانی منصوبہ بندی کے نظام کو اپنا کر اپنے لئے جو مصیبت کھڑی کی ہے اس میں تمام دنیا کو مبتلا کرنا چاہتے ہیں۔ اب اکثر مغربی ممالک میں شرح پیدائش اور شرح اموات برابر ہو گئی ہیں فوج اور دوسری ملکی ضرورتوں کے لئے بھی لوگ نہیں ہیں باہر کے لوگوں کو بلانا نہیں چاہتے ہیں کہ کہیں وہ اپنی اکثریت تعداد کے بل پر ہمارے ملک پر ہی نہ قابض ہو جائیں اب وہاں مائیں دو تو کیا ایک بھی بچہ پیدا کرنا چاہتیں۔ اس سے حسن و آرام متاثر ہوتا ہے۔

آج بھی کئی ایشیائی ممالک جس میں بنگلہ دیش، تھائی لینڈ، بھارت، پاکستان اور سری لنکا شامل ہیں جن کی مجموعی قومی آمدنی کا خاصہ بڑا حصہ اس انسان کی کمائی سے جو وہ بطور ماہر فن یا مزدور یا نیم پیشہ وارانہ کی حیثیت سے کماتا ہے پر مشتمل ہے۔

اگر مغربی ممالک اسی طرح جس طرح وہ اپنے سرمایہ کی دولت کو غریب ملکوں میں لانے کے خواہش مند ہیں غریب ملکوں کی افرادی قوت کی دولت کو اپنے یہاں آکر قسمت آزمانے کا موقع دیں تو ان کی ضروریات بھی پوری ہوں اور ترقی پذیر انسانیت کا بھی بھلا ہو گا۔

## انسان ذریعہ پیداوار بھی اور پیداوار کا صارف بھی

اس بات پر بھی غور کرنا ضروری ہے کہ یورپ اور امریکہ کے تمام ممالک نے منڈیوں کی تلاش میں ہی ساری دنیا میں تباہی مچائی ہے ان کے یہاں



پیداوار تو بہت ہے مگر اس زرعی، صنعتی پیداوار کو چند لاکھ کی آبادی والے ممالک کتنا استعمال کریں گے اور استعمال کرنے والے ہے نہیں جو استعمال کرنے والے چاہیے وہ ہیں ایشیا، اور افریقہ میں تو ان کو اپنے شکنجہ میں کسا جاتا ہے۔ محنت بھی، وسائل بھی، اسٹاک بھی اور صارف بھی سب یہ غریب اقوام مہیا کریں اور یورپ اور امریکہ کو صرف زرمبادلہ کی شکل میں صاف ستھرے ڈالر مل جائیں۔ ترقی پذیر ممالک میں منصوبہ بندی کے نام پر کنبہ بندی کرا کر وہ صرف ترقی پذیر ممالک کو اہم دولت سے محروم کرنا چاہتے ہیں کہ ان کے پاس یہ بھی نہ رہے تو پھر یہ ممالک کلیتاً ہمارے محتاج رہیں گے۔ سائنسی تعلیم اور سرمایہ میں یہ غریب ممالک ہم سے پیچھے ہیں ہی افرادی قوت ان کی زیادہ ہے تو اس سے چھٹکارا پانے کے لئے خاندانی منصوبہ بندی کا جھنجھنا تھما دیا اور ہمارے نیتا۔ افسر، سرمایہ دار اپنے اپنے مفادات کے تحفظ کے لئے اس کو خوب بجا رہے ہیں۔ جب کہ مغرب کے ہی صاف ذہن والے مفکرین خاندانی منصوبہ بندی کے خلاف آواز اٹھا رہے ہیں۔

سنگاپور، فرانس، سویڈن جیسے ممالک دن رات زیادہ بچہ یا کم از کم دو بچہ پیدا کرنے کے لئے اپنی عوام کو اکسا رہے ہیں مگر وہ اس کے لئے تیار نہیں ہے۔

منیلا کے اسکول آف اکنامکس کے پروفیسر برنارڈ ویلیگاس (BERNARD VILLEGAS) نے بھارت میں ہی تقریر کرتے ہوئے کہا آبادی اثاثہ ہے بوجھ نہیں ہے۔ میں ملکی پیمانہ پر مانع حمل ذہنیت سے بھرپور کسی بھی مہم کا مخالف ہوں یہ بہت نقصان دہ ثابت ہو سکتی ہے سنگاپور میں اسی ذہنیت کے نتیجہ میں اب شادی شدہ جوڑے بچہ نہیں پیدا ہونے دے رہے ہیں۔ صنعتی ممالک کے بازار بھرے پڑے ہیں وہاں خریدار نہیں ہیں۔ وہاں بچوں کی خوراک سے زیادہ کتے اور بلیوں کی خوراک فروخت ہو رہی ہیں۔ بازار سکڑ رہے ہیں اور صنعتیں بند ہو رہی ہیں۔ سرمایہ دار بڑی آبادی والے ممالک میں پیسہ لگا رہے ہیں جب سماج سوشل انجینئرنگ کا کام کرنے لگتا ہے وہ ماحولیاتی تناسب کو برباد کرتا

ہے اور قدرتی قانون کی خلاف ورزی کرتا ہے۔

اپنے پیسہ کو خاندانی منصوبہ بندی کے بجائے عمدہ تعلیم اور صحت پر خرچ کرو وہ بھی خاص طور سے دیہی علاقہ میں۔ (ٹائمس آف انڈیا دسمبر ۹۵ء)

مذکورہ بالا گفتگو سے حقیقت کھل کر سامنے آتی ہے کہ ترقی نہ ہونے یا سہولیات کے کم ہونے کا سبب آبادی میں اضافہ نہیں بلکہ حکومت یا نظام کی غلط کارگردگی اور مفاد پرستانہ رویہ ہے۔ اعداد و شمار اور سائنس دونوں ہی آبادی کے اضافہ کو بربادی کا سبب ماننے کے حمایت میں نہیں ہیں۔ ہندوستان کے ارباب حل وعقد سے گذارش ہے کہ وہ مفاد پرستی اور مغرب کی غلامی سے آزاد ہو کر اس ملک کی عوام کے لئے تدابیر اختیار کریں۔ بہت دنوں تک عوام کو بیوقوف بنانا ممکن نہیں ہو گا۔ اور نہ فطرت کے خلاف جنگ جیتی جا سکتی ہے۔

---

بقیہ: بہی خواہان جامعہ کی خدمت میں

| | | |
|---|---|---|
| ۱ | جناب عبدالرحمٰن صاحب | شاہ پور، شریاں، جگمل پور، خیرالدین پور، کندھرپور، بدایوں، ٹکراں، اعلیٰ پور، کٹیال، مرادآباد، سنبھل، بیلی بھیت۔ |
| ۱ | ،، مولانا علی رضا صاحب | مبارکپور، جکیا، املو، ابراہیم پور، لال گنج، بڑا گاؤں، گوٹھی، اودونہ، بنارپور، سلہرا، ویوگاؤں، بسہی، اقبال پور، منگراواں، بسلیم، گنگا پور |



# ہالینڈ — جہاں اسلام ایک زندہ حقیقت ہے

— ارشد مہدی

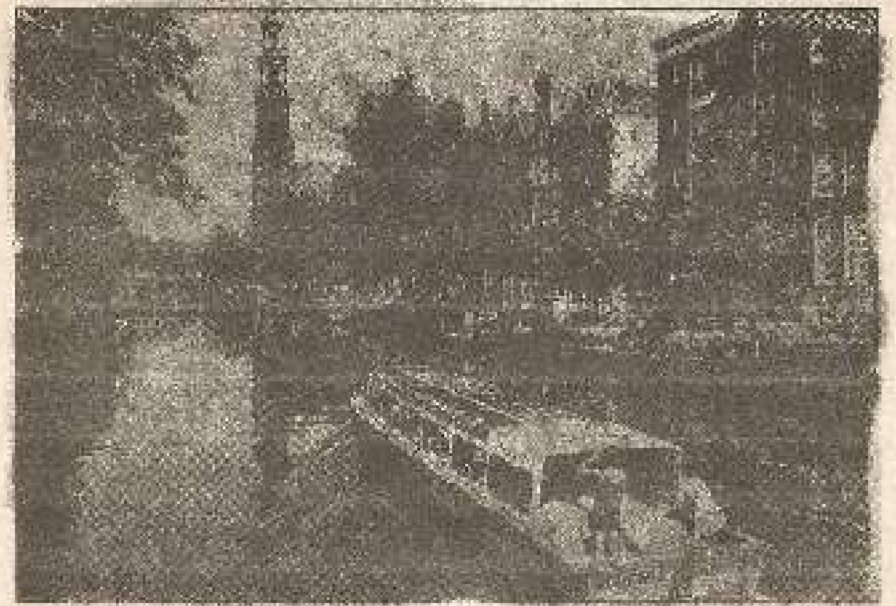

ہالینڈ میں مسلمانوں کی آبادی تقریباً چھ لاکھ ہے جن کی اکثریت ۱۹۶۰ء کے قریب اس وقت نیدرلینڈ کے نام سے معروف اس ملک میں پہونچی اور اب ملک کے مختلف حصوں میں نہ صرف مسلمان آباد ہیں بلکہ یہاں ان کی اپنی دوکانیں، تنظیمیں، اسکول اور مساجد بھی ہیں۔ یہاں کی حکومت کی کوشش ہے کہ ملک کے ڈچ باشندوں اور مسلمانوں کے درمیان آپسی روابط اور میل جول کو فروغ حاصل ہو جس کی وجہ سے کئی دوسرے ممالک کے برعکس ہالینڈ میں مسلمانوں اور ڈچ اکثریت کو ایک دوسرے کو سمجھنے میں آسانی ہوئی ہے اور ایک ساتھ رہنے کی وجہ سے ان کے درمیان مذہبی، تہذیبی اور ثقافتی اختلافات میں کمی آئی ہے۔ موجودہ ڈچ حکومت اسی بات پر خصوصیت کے ساتھ توجہ دے رہی ہے

کہ ملک میں اقلیتوں کو جو حقوق حاصل ہیں اور بحیثیت شہری ان پر جو ذمہ داریاں عائد ہوئی ہیں اقلیتوں کو چاہیے کہ وہ اپنی شناخت کو کھوئے بغیر ان کو استعمال کر کے ڈچ معاشرے کی تعمیر میں اپنا بھرپور رول ادا کریں۔

ہالینڈ میں اسلام یا مسلمان ایسے نام نہیں ہیں جو غیر معروف ہوں کیونکہ یہ ملک ۱۹۴۹ء تک انڈونیشیا سے اور ۱۹۷۵ء تک سرینام سے بہت ہی قریبی حیثیت میں وابستہ رہا ہے جو اس وقت تک اس کی کالونیاں تھیں بلکہ جزائر شرق الہند کی تقریباً سبھی ڈچ کالونیاں مسلمان تھیں اور سرینام میں بھی مسلمانوں کی ایک بڑی اقلیت آباد تھی۔ ہالینڈ میں آباد ہونے والے اولین مسلمانوں کے بارے میں خیال ہے کہ وہ انڈونیشیا کے وہ ڈچ شہری تھے جو ۱۹۴۹ء میں انڈونیشیا کے ہالینڈ سے اعلان آزادی کے تقریباً دو سال بعد ۱۹۵۱ء میں ہالینڈ پہونچے البتہ ان کی تعداد بہت کم تھی لیکن ۱۹۶۰ء میں جب یہاں تیزی سے بڑھتی ہوئی اقتصادی پیداوار کی وجہ سے مزدوروں کی کمی ہوئی تو ڈچ حکومت نے مزدوروں کی اس کمی کو پورا کرنے کے لئے بیرون ملک سے مزدوروں کی بھرتی شروع کی جن کی زیادہ تعداد بحر ابیض سے متصل ممالک سے آئی خاص طور پر ترکی اور مراکش، جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے، سے خاصی تعداد بحیثیت مزدور یہاں منتقل ہوئی۔ بعد میں مزدور کی حیثیت سے ہالینڈ آنے والے مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد یہیں کی ہو کر رہ گئی اور ان لوگوں نے اپنے افراد خاندان کو بھی وہیں منتقل کر لیا۔ ہالینڈ کی مسلم آبادی میں ایک بڑا اضافہ ۱۹۷۵ء کے قریب اس وقت ہوا جب سرینام کی آزادی سے تھوڑے ہی دنوں قبل سرینام کے مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد ہالینڈ منتقل ہو گئی۔ آج اس ملک کی ۱۵ ملین آبادی میں مسلمانوں کا تناسب ۴ فی صد ہے جن کی اکثریت مراکش اور سرینام سے ترک وطن کر کے آنے والوں پر مشتمل ہے البتہ دیگر مسلم ممالک مثلاً ایران، عراق، صومالیہ، ایتھوپیا، مصر، افغانستان سابق سوویت یونین کی مسلمان جمہوریتیں اور بوسنیا سے تعلق رکھنے والے مسلمان بھی



یہاں آباد ہیں۔

ڈچ دستور کی رو سے ہالینڈ میں مقیم تمام لوگوں کو مساوی حقوق حاصل ہیں ان حقوق کے تحت یہاں کے سبھی باشندوں کو مذہبی عبادات اور اظہار رائے کی آزادی حاصل ہے، انھیں ووٹ دینے، انتخابات میں شرکت کرنے اور صحت وتعلیم سے متعلق دیگر سبھی حقوق بھی حاصل ہیں۔ دستور کے مطابق یہاں کے باشندوں کے درمیان مذہب، عقیدے، سیاسی رائے یا جنس کی بنیاد پر کسی بھی طرح کے امتیاز کی اجازت نہیں ہے۔ یہاں کے ہر شہری پر تعلیم کا حصول لازمی ہے لڑکے اور لڑکیاں ۱۶ برس کی عمر تک قانوناً اس کے پابند ہیں کہ اسکول جائیں۔ یہاں کے سبھی باشندوں میں ذمہ داری کا احساس پایا جاتا ہے اور وہ اپنے اوپر عائد ہونے والی ذمہ داریاں پابندی سے ادا کرتے ہیں۔ ڈچ دستور میں عقیدے اور مذہب کی آزادی حاصل ہے اس کے تحت موجود معاشرتی اور قانونی حدود کے اندر رہتے ہوئے ہر شہری کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ کسی بھی عقیدے اور یقین کو تسلیم کرے خواہ یہ انفرادی طور پر ہو یا اس کا تعلق اجتماعیت سے ہو۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہر شہری کو اس بات کی جو آزادی ہے کہ وہ دوسروں کی صحت اور سکون کو بغیر کوئی نقصان پہونچائے اپنے مذہب کی تعلیمات پر عمل کر سکتا ہے مثلاً مسلمانوں کو یہ آزادی حاصل ہے کہ وہ اپنے بچوں کا ختنہ کریں، رمضان کے روزے رکھیں، جماعت کے ساتھ نماز ادا کریں اور قربانی کے موقع پر جانوروں کی قربانی دیں۔

ہالینڈ کے ڈچ باشندے بالعموم وہاں کی مسلمان اقلیت کے تئیں رواداری کے جذبات رکھتے ہیں اس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ بعض وہ ڈچ دکان جن کے یہاں مسلمان ملازموں کی تعداد زیادہ ہوتی ہے رمضان کے مہینے میں وہ اپنے ان ملازمین کو آسانی فراہم کرنے کی غرض سے اوقات کار میں تبدیلی کر دیتے ہیں۔ حکام کی جانب سے مسلمانوں کو سہولت حاصل ہے کہ وہ نمازوں کے لئے اذان دیں بلکہ مسلمانوں کو

ملازمت دینے والوں کی اکثریت انھیں نماز ادا کرنے کے لیے جگہ بھی فراہم کرتی ہے۔ اس طرح کمپنی کی کینٹین میں کھانے وغیرہ کے اہتمام میں مسلمانوں کی ضروریات اور روایات (حلال وحرام سے متعلق) کا خیال رکھا جاتا ہے۔ بہت سارے مسلمان ملازمین اہل مغرب کے عوامی دنوں مثلاً کرسمس اور نئے سال کا دن وغیرہ، میں کام کرتے ہیں جس کے بدلے انھیں اسلامی تہواروں کے موقع پر چھٹی ملتی ہے

ڈچ نظام تعلیم سرکاری اور پرائیویٹ دو طرح کے اسکولوں پر مشتمل ہے سرکاری اسکولوں کی اکثریت کچھ نظریاتی بنیادوں پر قائم ہے۔ بالعموم یہ پرائیویٹ اسکول پروٹسٹنٹ یا کیتھولک عیسائیوں کے زیر انتظام ہیں البتہ ملک میں اسلامی اسکولوں کی تعداد بھی تک جا پہنچی ہے۔ دونوں ہی طرح کے اسکولوں کا بنیادی فرض طلبہ کی ذہنی صلاحیتوں کو پروان چڑھانا ہوتا ہے لہٰذا دونوں ہی طرح کے اسکولوں کے تعلیمی نظام کا معائنہ ڈچ حکومت کے سرکاری تعلیمی انسپکٹرس کرتے ہیں اگر دیکھا کی جائے تو حکومت کی جانب سے سرکاری اسکولوں کو اس کی اجازت ہے کہ وہ ایسے طلبہ کو مذہبی تعلیم دے سکتے ہیں۔ پرائمری اور سکنڈری اسکولوں میں مختلف سطحوں پر ماحولیات اور مذہبی تحریکات کے مطالعے کو شامل نصاب کیا گیا ہے تحریکات کے مطالعے کے دوران اسلام کی بنیادی تعلیمات پر بھی روشنی ڈالی جاتی ہے تاکہ باہمی مفاہمت اور رواداری کو فروغ حاصل ہو۔

مسلمانوں کے زیر انتظام چلنے والے اسکولوں کو اس کی اجازت ہے کہ وہ دیگر مسلمان ملکوں سے اساتذہ بلائیں۔ اس کے علاوہ سکنڈری اسکول کی سطح پر طلبہ اپنے آخری سال میں ایک اختیاری مضمون مسلم ممالک کی تاریخ یا ان کے جغرافیے سے متعلق بھی لے سکتے ہیں۔ اسی طرح کا اختیار اعلیٰ تعلیم کی سطح پر بھی طلبہ کو حاصل ہوتا ہے جہاں وہ اسلام اور اسلامی ممالک کے زبان و ثقافت کے مضامین پڑھ سکتے ہیں بلکہ اب تو تعلیم کی اعلیٰ سطح پر وہاں اس طرح کا انتظام بھی ہے کہ طلبہ کو اسلامک



اسٹڈیز کا مضمون پڑھانے کی تربیت دی جائے۔ مزید برآں یونیورسٹی آف ایمسٹرڈم میں کئی برسوں سے اسلامک اسٹڈیز پر چیئر بھی قائم ہے۔ اس طرح کے امکانات پر بھی غور کیا جا رہا ہے کہ اماموں اور اسلامی مذہبی مشیروں کی تربیت کے لئے خصوصی کورس شروع کیے جائیں۔

یہاں اس حقیقت کا اظہار بھی ضروری ہے کہ یورپی جامعات میں دینیات کی سب سے قدیم فیکلٹی لیڈن یونیورسٹی (ہالینڈ) میں ہے جہاں اسلامک اسٹڈیز سے تعلق رکھنے والا ایک سرگرم گروپ موجود ہے اور ان کے اسلامی دنیا کے دانشوروں اور محققین سے گہرے روابط بھی ہیں۔ لیڈن یونیورسٹی سے متعلق مستشرقین کی خدمات کو آسانی نظرانداز نہیں کیا جا سکتا۔ اسلامی تہذیب و ثقافت سے متعلق کئی گراں قدر مخطوطات کی اشاعت کا سہرا لیڈن یونیورسٹی پریس کے سر ہے۔

جمہوریت کے موجودہ دور میں ہالینڈ کے مسلمانوں کو وہ سبھی حقوق و مراعات حاصل ہیں جو کوئی بھی جمہوری ملک اپنے باشندوں کو دیتا ہے انہیں نہ صرف ووٹ دینے بلکہ انتخابات میں حصہ لینے کے بھی حقوق حاصل ہیں اور ڈچ پارلیمان اور صوبائی اسمبلیوں کے ایوان زیریں میں بعض مسلمان ممبر منتخب بھی ہوتے ہیں۔ البتہ ان سب کے باوجود ہالینڈ کے مسلمانوں کے لئے کرنے کے لئے بہت سے کام ہیں بالخصوص وہاں کے ڈچ باشندوں میں مغرب کے دیگر عوام کی طرح ہی روحانی سکون کی تلاش کا رجحان بڑے پیمانے پر موجود ہے ایسے میں وہاں کے مسلمان اگر اپنے کردار و عمل سے اسلامی تعلیمات کا صحیح نمونہ پیش کرتے ہوئے شہادت حق کا فریضہ انجام دیتے ہیں تو یہ ان کے لئے دنیا و آخرت دونوں میں بڑی کامیابی کا ذریعہ ہوگا اور مغرب کے عام باشندوں کے سامنے اسلام کی سچی تعلیمات بھی آ سکیں گی۔

قسط ۱

# مغربی دنیا کی نظر میں بنیاد پرستی۔ مسلمانوں کا نقطہ نظر

سید محمد ہارون رشید

آج مغربی دنیا نے جو بنیاد پرست اور بنیاد پرستی کا نعرہ عالم اسلام کے خلاف بین الاقوامی سطح پر بلند کیا ہے یہ اس کا محض اسلام کے خلاف سیاسی حربہ ہے اور وہ بھی میکاولی طرز سیاست پر جس پر مغربی جمہوریت اپنے اداروں کے ذریعے منافقانہ انداز میں ظلم و تشدد رائج رکھنے میں سرگرم ہے ان کے سیاسی نظام میں تضاد کا دوہرا اور سود پر مبنی نظام معیشت COMBINATION OF INDIVIDUALISM AND CAPITALISM دونوں مل کر دنیا میں فتنہ فساد برپا کرنے کیلئے میں سرگرداں ہیں۔

سیاسی سطح کے حربوں میں دہشت گردی جنگیں اور خون ریزی مغربی دنیا کی ہتھیاروں کی صنعتوں کو فروغ دیتی ہیں جب تباہ کاری کے ذریعے ملک اور معاشرے برباد ہوتے ہیں تو ان کی معیشت کو ایک تازہ موقع از سر نو تعمیر کے ذریعے ملٹی نیشنلز کو فراہم کر دیا جاتا ہے۔ دنیا کے بیشتر ممالک مسلمانوں پر مشتمل ہیں اور دوسرے مذاہب سے تعلق رکھنے والے عوام جو دیگر ممالک میں مقیم ہیں ان سب کو یکجا ہو کر موجودہ دنیا کی طرز عمل پر نظر ڈالنی چاہیئے تاکہ بنیادی وجوہات کا احسن تدابیر کے ذریعے مقابلہ کیا جا سکے۔ اسی بین الاقوامی طرز عمل کے ہتھکنڈوں کے پس منظر میں ہم FUNDAMENTALISM یعنی بنیاد پرستی کی وجوہات اور اس کی نسبت کو سمجھ سکیں گے۔

جب یورپ میں بادشاہت کا دور تھا اور عیسائیت کے نعروں تلے حضرت عیسیٰ کی اصل تعلیمات پر اور عوام پر ظالمانہ روش جاری رکھی گئی عوام کو مظالم کا نشانہ بنایا گیا ان پر عرصہ حیات تنگ کر دیا گیا تب اس وقت کے ذی شعور عوام اور دانشمندوں



نے ظلم کی روک تھام اور جابر بادشاہوں اور ان کے قریب ہم آہنگ عیسائی پادریوں کو بے نقاب کرنے کیلئے اقتدار کے ایوانوں میں اپنے اثرات بڑھانے کیلئے مضبوط لابیاں تیار کیں یہ لفظ FUNDRMENTALISM اسی وقت وجود میں آیا اور ان لابیوں کو بے اثر کرنے کیلئے ان کے خلاف استعمال ہوا ان لابیوں کے خلاف جس تشدد کا طرز اختیار کیا گیا تاریخ کے ان دھاروں میں آگے سفر کرتے ہوئے ہم دیکھتے ہیں کہ امریکہ میں آباد ہونے والے یہودیوں نے اپنی عیاری و مکاری سے عیسائیوں کے خلاف اپنی مضبوط لابی بناتے ہوئے اقتدار میں اپنے مہروں کو سامنے لاتے جن کے ہاتھوں ایسی پالیسیاں مرتب کروائیں جو کہ امریکن آئین اور بنیادی مسودہ آزادی اور عیسائی طرز فکر کی نفی کرتی تھیں تو عوام نے اور ذی شعور عیسائیوں نے ایک بار پھر یہودیوں اور اقتدار کے ایوانوں میں موجود ان کے مہروں کو بے اثر کرنے کے لئے اپنی لابی تشکیل دی جس کو بے اثر کرنے قابو پانے اور کچلنے کی غرض سے صیہونیت کے پٹھوؤں نے جو حکمرانوں میں موجود تھے یہی نعرہ FUNDAMANTALISM اپنے عوام کے خلاف ابھارا اور انہیں ایک پالیسی کے تحت اپنے تابع کیا۔

یہ واقعہ امریکن تاریخ کے ابتدائی مرحلوں میں پیش آیا اب جب کہ امریکہ کے قیام کو دو سو سال مکمل ہو چکے ہیں اور یہ طرز امریکی حکومت کی پالیسی کا حصہ بنا ہوا ہے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ یہودی لابی جس نے ماضی میں اتنے عرصے پہلے امریکی عیسائی عوام کے جذبات پر قابو پایا اور حال کی طرف نظر دوڑائیں تو دیکھیں گے کہ آج بھی کتنی مؤثر لابی عیسائی عوام کو مقید رکھنے میں کامیاب ہے۔

آج پھر تاریخ کا یہ بھیانک منظر مسلمانوں کے خلاف دہرایا جا رہا ہے مغربی دنیا خصوصاً امریکہ جو آج صیہونیت کے ہاتھوں مفلوج ہے کے ذریعے پھر اسی نعرہ کو بیسویں صدی میں بین الاقوامی سطح پر عالم اسلام کے منظر نامہ کے خلاف ابھارنے پر مجبور کیا جا رہا ہے امریکہ کی اس سادگی پر حیرت ہوتی ہے اور واضح طور پر صاف

نظر آتا ہے کہ وہ ہیرا شیما و ناگاساکی کے ریکارڈ کو دوبارہ دہرا رہا ہے۔ امریکہ نے آج جو اپنے ملک کے عوام اور آنے والی تاریخ کو جو اس کے بارے میں لکھے گی کو خطرے میں ڈالتے ہوئے جو عالمی ٹھیکیدار کا کردار ادا کرنے کا بیڑا اٹھایا ہے آج اس کے تمام فیصلے HIGH RISK ADVENTURE پر مبنی ہیں اور جب کہ ابھی وہ قطعی لا زائیدہ ملک ہے۔

منافقت کی سیاست میں الجھ کر اس کی سیاسی فکر پر دھند چھا گئی ہے جس کی وجہ سے وہ آنے والے طرز اور عالمی واقعات کو حقیقت پسندی سے نہیں دیکھ پایا ہے اس کی اپنی سیاست کے الجھاؤ نے ایک ایسا جن پیدا کر دیا ہے جو اب اتنا طاقتور ہو گیا کہ خود اس پر دہشت طاری ہے اور یقینی طور پر یہ جن خود اس کو تہ تیغ کر جائے گا ہم دیکھتے ہیں کہ مذہبی لحاظ سے بھی اس نے غلط شریک بنائے ہیں اسلام اور عیسائیت قدرتی طور پر ساتھ چل سکتے ہیں جبکہ آج کا یہودی نہ کبھی کسی کا شریک تھا نہ ہے، نہ ہو گا امریکی اداروں کو چاہیئے کہ انتہائی احتیاط کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے ان سے دور ہونے کیلئے ایسے فیصلے اور تدابیر اختیار کریں، جن سے اخلاقی قدریں انسانیت کی بہتری، یکجہتی اور ہوشمندانہ سیاسی تدابیر بروئے کار آئیں۔

اب میں اختصار کے ساتھ یہ کہوں گا کہ بنیاد پرست مسلمان کی نظر میں کون ہوتا ہے اور اس کی کیا پہچان اور تعریف ہے وہ پیش کرنے کی جسارت کروں گا کہ گیہوں اور گھن علیحدہ علیحدہ نظر آ سکیں اور ساتھ ہی جس گھن کو آلودہ نظریئے اور سیاسی پروپیگنڈہ کے ذریعے مغرب نے عالم اسلام کو نشانہ بناتے ہوئے بنیاد پرستی کا نعرہ بلند کیا ہے اس کو میں دودھ اور پانی کی طرح الگ کر کے پیش کر سکوں۔

یاد رہے کہ عالم اسلام میں ایک اہم طبقہ فکر مند مسلمانوں کا وہ ہے جو غیر جانبدار طریقے سے ایک حقیقی بنیاد پرست کی حیثیت سے وقت کے دھارے کو موڑنے کے لئے کام کر رہا ہے۔ یہ بنیاد پرست اپنے تصورات مزاج اور تاریخ کے دھارے کو



سمجھتے ہوئے اس پیرائے میں کام کرتا ہے کہ آج کیا ہو رہا ہے، اور کل کیا ہونا چاہیئے وہ وقت کے دھارے کو سمجھتا ہے وہ تاریخ اور موجودہ طرز کی کڑی کو جوڑتا ہے تمام آپشنز اپنے سامنے رکھ کر مستقبل کا لائحہ عمل اور مقاصد تیار کرتا ہے اور ان مقاصد کے حصول کیلئے بین الاقوامی تبدیلی کے لئے ضروری بنیادی ایشوز کو شناخت کرتا ہے پھر اپنے پروگرام مرتب کرتا ہے یہ ہے اصل بنیاد پرست۔ ایسے بنیاد پرستوں کی تعداد اور ان میں باہمی رابطہ اب بہت قوی اور مستحکم ہو چکا ہے اب بین الاقوامی سطح پر ان کے مرتب کئے گئے پروگراموں میں یگانگت کے آثار نمایاں نظر آنے لگے ہیں ایسے مسلمان گو کہ موجودہ طرز سیاست میں موثر نہیں ہیں مگر اب جیدہ جیدہ اپنے اپنے ممالک کی سیاسی سطح پر نظر آنے لگے ہیں۔ ایسے مسلمانوں کی موجودگی کا نوٹس نہ لینا مغربی دنیا کی بہت بڑی بھول ہے اور اپنے عوام کو غلط انداز کی تشریح ان کے خلاف رد عمل کرنے والوں کی شکل میں دکھا کر اسلام کی ایک بھونڈی شکل کا عکس دکھانا سراسر حماقت ہے۔

درحقیقت جہاں جہاں مسلمان مغربی دنیا کی منافقانہ سیاست کے رد عمل میں مغربی دنیا کو پریشان اور بے چین رکھنے میں مشغول ہیں وہ بھی بین الاقوامی سطح پر متبادل اسلامی نظام کے حصول کیلئے بہت اہم کردار ادا کر رہے ہیں کیونکہ اس طرح سے وہ دنیا کی توجہ اپنی جانب مبذول کروانے میں کامیاب ہیں اور مغرب کی ظالمانہ روش کو بے نقاب کرنے میں موثر کردار ادا کر رہے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ جذبے عزم اور حوصلے سے OLIGARCHIC اور ANARCHIC طریقوں سے اس تنظیمی تشدد کا مقابلہ کر رہے ہیں جو مغربی دنیا اسٹیٹ ٹیررازم کے ذریعے ان پر کر رہی ہے۔

ہاں بلاشبہ تمام مسلمان بنیاد پرست ہیں فرق صرف علمی جہاد کا ہے اگر مسلمانوں کو کسی دوسری شکل میں دیکھنے یا دکھانے کی کوشش کی گئی تو دکھانے اور دیکھنے والے دونوں وقت کے دھارے میں یقیناً بہہ جائیں گے۔ آج کا مسلمان گزشتہ ۵۰ برس یا ۱۰۰ برس پہلے کے مسلمان کی طرح کا نہیں ہے وہ اچھی طرح سمجھتا ہے کہ آنے والا وقت

سیکولرازم کے زوال کا اور اسلام کا عروج کا ہے۔

مسلمانوں کو یہ دیکھنا چاہیے کہ اس بیسویں صدی کی ابتداء میں ان کا سیاسی اقتدار ڈھلنا شروع ہوا اور اسی صدی کے اختتام پر وہ دوبارہ عالمی سطح پر آزاد ہوتے نظر آرہے ہیں ان کا آج کی عالمی سیاست میں مقام حاصل کرنے کا یقینی عزم ہے بین الاقوامی سطح پر ان کا نصب العین واضح ہے وہ چاہتے ہیں کہ دنیا کو ایک متبادل نظام دے کر از سر نو تشکیل کے ذریعے ایک بہتر دنیا فراہم کر سکیں جہاں انسانیت کی فلاح و بہبود کو ہر طرح سے مقدم رکھا جائے۔

غیر مسلم دنیا کو چاہیے کہ NOSTRADAMUS کی پیشن گوئیوں کو سامنے رکھتے ہوئے سبز ہلالی جھنڈے تلے رہنے والے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروکار اور ایک عظیم انقلاب کے فرزندوں کی دعوت کو قبول کرے۔ جنہوں نے تمام دباؤ کے باوجود نہ ہارنے کی قسم کھائی ہوئی ہے مسلمان ہمیشہ سے گفت و شنید کی پالیسی کے خواہاں رہے ہیں وہ تشدد اور جارحیت کے خلاف بھی نہیں ہیں بلکہ وہ عزم کر چکے ہیں کہ علم اور تلوار دونوں کے ذریعے عدل و انصاف کا معاشرہ قائم کرنے میں سرگرداں رہیں گے۔



چھٹی قسط

# یہودیت

انیس احمد فلاحی

**یہودی عقائد** دو عقیدے یہودیت کی اساس و بنیاد ہیں ایک توحید دوسرا بنو اسرائیل کی فضیلت و برتری (تمام اقوام عالم میں اللہ کے نزدیک برگزیدگی و بزرگی)

تمام الہامی مذاہب میں خدا کی وحدانیت کا تصور موجود ہے البتہ بعد کے اضافوں اور ترمیموں سے اکثر مذاہب میں یہ عقیدہ کمزور اور دھندلا ہو گیا ہے چنانچہ اسلام کو چھوڑ کر ان مذاہب میں کوئی بھی توحید خالص کا علم بردار نہ رہا یہ سچ ہے کہ یہودیت کی تعلیمات میں توحید کے کچھ عناصر پائے جاتے ہیں لیکن اس میں بعض ایسے عقائد بھی دخیل ہو گئے جو توحید خالص سے اس کے رشتہ کو استوار نہ رکھ سکے۔

اسفار خمسہ میں خدا کا جو تصور پیش کیا گیا ہے اس میں تجسیم و تشبیہ کا پہلو غالب ہے۔ چنانچہ توریت کے اکثر مقامات خدا کو انسانی صفات اور جسمانی خصوصیات کا حامل قرار دیتے ہیں۔ جن کا احاطہ درج ذیل نکات میں کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ زمین پر چلنا۔ توریت نے اکثر مقامات پر خدا کو ایک مجسم روپ میں پیش کیا ہے مثال کے طور پر بنی اسرائیل کے مصر سے نکلنے کے سلسلہ میں کتاب خروج کی یہ عبارت ملاحظہ ہو۔

" اور خداوند ان کو دن کو راستہ دکھانے کے لئے بادل کے ستون میں اور رات کو روشنی دینے کے لئے آگ کے ستون میں ہو کر ان کے آگے آگے چلا کرتا تھا تاکہ وہ دن اور رات دونوں میں چل سکیں وہ بادل کا ستون دن کو اور آگ

کا ستون وات کو ان لوگوں کے آگے سے ہٹتا نہ تھا۔ (باب ۱۳/۲۱، ۲۲)

۲- تھکان۔ توریت کے بیان کے مطابق اللہ تعالیٰ نے تخلیق عالم سے تھک کر ساتویں دن آرام کیا۔ کتاب پیدائش میں ہے "اللہ تعالیٰ نے چھ دن میں تخلیق عالم کے کام سے فارغ ہو کر ساتویں دن آرام فرمایا اور یہ سنیچر کا دن تھا اور اسی وجہ سے اللہ نے اس دن کو فضیلت و برکت بخشی اور اس میں کام دکاج کو حرام ٹھہرایا" (باب )

غور کیجئے۔ کیا اس ذات باری کو بھی راحت و آرام کی ضرورت ہے جس کے ایک اشارہ "کن فیکون" سے پورا عالم وجود میں آگیا۔ قرآن نے کتنی مبنی بر صداقت بات کہی ہے: وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ (سورۂ ق آیت: ۳۸)

اور ہم نے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کو چھ دنوں میں پیدا کیا اور ہمیں کوئی تکان لاحق نہیں ہوئی۔

۳- ندامت۔ بزعمہ توریت میں ذات باری کی جانب ندامت جیسی انسانی صفت بھی منسوب کی گئی ہے۔ کتاب خروج میں ہے۔

"فندم الربّ علی الشر الذی قال: انہ یفعلہ بشعبہ" (باب )

چنانچہ خالق کائنات نے اس برائی پر ندامت و شرمندگی کا اظہار کیا جس کو اس نے اپنی چہیتی قوم (بنو اسرائیل) کے ساتھ کرنے کا ارادہ کیا تھا۔

قرآن ان کے اس زعم کی تکذیب کرتے ہوئے کہتا ہے۔

لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُوْنَ (سورۂ انبیاء: آیت رقم: ۲۳)

وہ جو کچھ کرتا ہے اس کے بارے میں کسی کے آگے مسئول نہیں اور یہ سارے مسئول ہیں۔

اس سلسلہ میں وارد ایک دوسری آیت ملاحظہ ہو "قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ" (سورۂ الفرقان آیت رقم: ۷۷)

کہہ دو کہ میرے رب کو تمہاری کیا پروا ہے اگر تمہیں دعوت دینا مدنظر نہ ہوتا۔



۴- رویت باری۔ یہود کا گمان ہے کہ ہارون اور موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بنی اسرائیل کے ستر افراد دیدار الٰہی سے مشرف ہوئے اور خدا کے ساتھ انہوں نے کھایا پیا بھی۔ (خروج: ۲۴)

بنی اسرائیل کے متقدمین کی یہ دیرینہ خواہش تھی کہ وہ دیدار الٰہی سے نوازے جائیں۔ پھر یہ خواہش اتنی شدید ہوئی کہ انھوں نے اپنے ایمان کو اس دیدار سے مشروط کر دیا جس پر قانون عقاب کے تحت ان کی سخت گرفت ہوئی ارشاد باری ہے۔

وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ (سورۃ البقرۃ: آیت رقم ۵۵)

اور یاد کرو جب کہ تم نے کہا کہ اے موسیٰؑ ہم تمہارا یقین کرنے والے نہیں ہیں جب تک کہ ہم خدا کو کھلم کھلا دیکھ نہ لیں تو تم کو کڑک نے آدبوچا اور تم دیکھتے رہ گئے۔

یہ خواہش اس عقاب کے بعد فرو ہو گئی، لیکن تدوین توریت کے وقت اس میں انھوں نے اپنی اس دیرینہ خواہش کی تکمیل کا ذکر کر دیا۔

## بنی اسرائیل کی برگزیدگی

یہودیوں کا یہ اعتقاد ہے کہ وہ خدا کے منتخب اور چہیتے بندے ہیں اور خدا سے ان کا تعلق خصوصی نوعیت رکھتا ہے کتاب مقدس کے مطابق اللہ تعالیٰ نے ابتدا سے ہی اپنے آپ کو خصوصی طور پر ان سے منسلک کر لیا تھا مثلاً حضرت ابراہیم سے متعلق کتاب پیدائش کا یہ بیان۔

"اور جب ابرام ننانوے برس کا ہوا تو خدا تعالیٰ ابرام کو نظر آیا اور اس سے کہا کہ میں خدائے قادر ہوں تو میرے حضور چل اور کامل ہو اور میں اپنے اور تیرے درمیان عہد کرتا ہوں کہ میں تیری نسل کو بہت بڑھاؤں گا تب ابرام

کہلایا جائے گا بلکہ تیرا نام ابراہیم ہوگا کیونکہ میں نے تجھے بہت سی قوموں کا باپ بنایا ہے میں تجھے بہت نیک بخت کرتا ہوں اور تجھ سے بہت سی قومیں پیدا ہوں گی اور تیری نسل سے بادشاہ ہوں گے اور میں اپنے اور تیرے درمیان اور تیرے بعد تیری نسل کے درمیان ان کی پشت در پشت کے لئے اپنا عہد جو ہمیشہ کا عہد ہے کرتا ہوں کہ میں تیرے اور تیرے بعد تیری نسل کا خدا ہوں گا اور میں تجھ کو اور تیرے بعد تیری نسل کو کنعان کا تمام ملک جس میں تو پردیسی ہے ہمیشہ کی ملکیت کے لئے دیتا ہوں اور میں ان کا خدا ہوں گا (باب ۱۷: ۸-۱)

اس باب کی ایک دوسری آیت ملاحظہ ہو۔

"میں تجھے برکت پر برکت دوں گا اور تیری نسل کو بڑھاتے بڑھاتے آسمان کے تاروں اور سمندر کے کنارے کی ریت کی مانند کر دوں گا اور تیری اولاد دشمنوں کے پھاٹک کی مالک ہوگی" (باب ۲۲ - ۱۷)

اور پھر موسیٰ علیہ السلام کی بعثت کے بعد جب خدا نے بنی اسرائیل سے براہ راست اپنا عہد باندھا تو اس میں ان کے جد امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کئے گئے عہد کی تجدید شامل تھی۔ اس سلسلہ میں کتاب مقدس کا یہ بیان ملاحظہ ہو

"اور بنی اسرائیل کو جس دن ملک مصر سے نکلے تین مہینے ہوئے اسی دن وہ سینا کے بیابان میں آئے اور جب وہ رفیدیم سے روانہ ہو کر سینا کے بیابان میں آئے تو بیابان ہی میں ڈیرے لگا لئے۔ سو وہیں پہاڑ کے سامنے اسرائیلیوں کے ڈیرے لگے اور موسیٰ علیہ السلام اس (پہاڑی) پر چڑھ کر خدا کے پاس گئے اور خداوند نے اسے پہاڑ پر سے پکار کر کہا کہ تو یعقوب کے خاندان سے یوں کہہ اور بنی اسرائیل کو یہ سنا دے کہ تم نے دیکھا کہ میں نے مصریوں سے کیا کیا اور تم کو گویا عقاب کے پروں پر بیٹھا کر اپنے پاس لے آیا سو اب اگر تم میری بات مانو اور میرے عہد پر چلو تو سب قوموں میں سے تم ہی میری خاص ملکیت ٹھہرو گے کیونکہ ساری



زمین میری ہے اور تم میرے لئے کاہنوں کی ایک مملکت اور ایک مقدس قوم ہو گے ان ہی باتوں کو تو بنی اسرائیل کو سنا دینا" (باب ۱۹ - ۱ تا ۶)

کتاب مقدس کے ان بیانات کی تصدیق قرآن کریم نے بھی کی ہے ارشاد باری ہے "یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِیَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتُ عَلَیْكُمْ وَاَنِّیْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِیْنَ" (سورۃ البقرۃ: ۱۲۲)

اے بنی اسرائیل ذرا میری نعمتوں کو یاد کرو جو میں نے تمہیں دی تھیں اور (اس بات کو کہ) میں نے تمہیں پوری دنیا پر فضیلت بخشی تھی۔

اس فضیلت کا سبب کوئی نسلی امتیاز نہ تھا بلکہ خدا نے بنی اسرائیل کو اسلام کی دعوت ساری دنیا تک پہنچانے کے فریضے پر مامور کیا تھا لیکن جب انہوں نے اس فریضے سے روگردانی کی تو ان کو اس مسند فضیلت سے اتار دیا گیا

یہودیوں کا یہی وہ عقیدہ ہے جس کے تناظر میں انھوں نے اپنی قوم کی کامرانیوں کو خدا کی براہ راست سرپرستی اور اپنی تباہیوں کو اس کی ناراضگی جانا اور اسی عقیدہ نے ان کی طویل تاریخ کے تاریک ترین ادوار میں بھی انہیں مکمل طور پر تباہ ہونے سے محفوظ رکھا ہے۔

یہ دونوں عقیدے یہودیت کے اہم ترین عقائد میں شامل ہیں۔ ایک یہودی فلسفی موسیٰ بن میمون نے ان عقائد کو ذرا تفصیلاً اس طرح بیان کیا ہے۔

(۱) وجود خداوندی پر ایمان (۲) اس کی وحدت پر ایمان (۳) اس کے دائم ہونے پر ایمان (۴) اس کے غیر مادی ہونے کا تصور (۵) اس پر ایمان کہ عبادت صرف اسی کی کی جائے (۶) پیغمبر پر ایمان (۷) اس پر ایمان کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سب سے بڑے پیغمبر تھے (۸) اس پر ایمان کہ توراۃ (زبانی و تحریری دونوں) حضرت موسیٰ کو کوہ سینا پر عطا کی گئی (۹) یہ ایمان کہ وہ ناقابل تغیر ہے (۱۰) اس پر ایمان کہ خدا علیم و خبیر ہے (۱۱) یوم آخرت کی جزا و سزا اور حیات بعد موت پر ایمان (۱۲) مسیح

کے آنے پر ایمان اور (۱۳) مردوں کے جلائے جانے پر ایمان:

(مذاہب عالم ایک تقابلی مطالعہ ص۶)

مذکورہ بالا نکات میں اکثر امور تو خدا کی وحدانیت اور رسالت سے تعلق رکھتے ہیں جن کی تشریح و توضیح کی ضرورت نہیں ہے البتہ مسیح موعود اور آخرت پر ایمان یہ دونوں امور قابل تشریح ہیں۔

**مسیح موعود** یہ لفظ عبرانی "مشیح" سے ماخوذ ہے جو عربی "مسح" کی طرح چھونا ملنا ہاتھ پھیرنا وغیرہ کے معنی رکھتا ہے مسیح کے معنی ہیں جس پر خدا نے برکت کا ہاتھ پھیر دیا ہو یعنی خدا تعالیٰ کا مخصوص فرستادہ اور اس کی عنایت کردہ خصوصی قوتوں کا مالک اور اس آلۂ کار۔

عہد ملوکیت میں مسیح کا یہ تصور مملکت اسرائیل کے فرماں رواکے لئے استعمال ہوتا تھا البتہ عہد محکومی میں یہ لفظ "مستقبل میں آنے والے ایک زبردست بادشاہ کیلئے مخصوص ہو گیا جو بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی شان و شوکت کو واپس لائے گا۔ عہد محکومی میں یہ تصور بتدریج قوت اختیار کرتا گیا چنانچہ ایرانی اور یونانی غلبہ کے دوران مرتب شدہ مقدس کتابوں مثلاً کتاب دانیال نبی اور کتاب حزقی ایل نبی میں اس آئندہ آنے والے "مسیح" اور اس کے ہاتھوں بدکرداروں اور یہودیوں کے دشمنوں کی شکست اور حکومت الٰہیہ کے قیام کا نقشہ پر زور الفاظ میں کھینچا گیا ہے

عہد مہاجرت کے پورے تاریک ترین دور میں جو تقریباً اٹھارہ صدیوں پر محیط ہے انکے اپنے مخصوص تشخص اور مذہبی روایت کو زندہ رکھنے اور ایک قوم کی حیثیت سے باقی رہ جانے میں ایک بڑا ہاتھ اسی "مسیح" کے تصور کا تھا دنیا کے بڑے مذہب، ص۱۵۸

اٹھارہویں صدی میں یورپ جدید علوم و فنون میں معراج کمال کو پہنچ گیا تو اس کے اثرات یہود کے نوجوانوں پر بھی پڑے اور یہودیوں کے ایک ذہین طبقے نے علمی انتشار سے بچنے اور تعصب کے خلاف جہد رواں کے سہارے بھی "مسیح" کے تصور کو چھوڑ کر یہودی قومیت اور یہودی ریاست کے تصور کو فروغ دیا انہیں قابل ذکر زوی کالیشر (۱۸۷۴-۱۷۹۵ء) اور موسیٰ ہیس (۱۸۷۵-۱۸۱۲ء) ہیں۔



# ماسونیت

افتخار الحسن مظہری

ماسونیت کے لغوی معنی ہیں آزاد معمار، اصطلاحاً اس سے مراد یہودیوں کی وہ انتہا پسند دہشت گرد تنظیم ہے جس کا مقصد ساری دنیا پر یہود کا غلبہ و استیلاء ہے "الحاد"، اباحیت اور شر و فساد اس کی دعوت کے بنیادی نکات ہیں اس کے ممبران مختلف ممالک کی سربرآوردہ ممتاز شخصیتیں ہیں جو ماسونیت کے رازہائے درون کی پردہ داری کے عہد و میثاق میں بندھے ہوئے ہوتے ہیں۔ یہ تمام ملکوں میں مختلف ناموں سے اجتماعات کا اہتمام کرتے ہیں اور ان میں اپنا پروگرام لائحہ عمل اور دائرۂ اثر و نفوذ بڑھانے پھیلانے کے اسالیب و تدابیر مرتب کرتے ہیں۔

**تشکیل اور نمایاں شخصیات** رومن بادشاہ ہیرودس اگریپا نے اپنے یہودی مشیروں کی مدد سے اسکی بنیاد ڈالی۔ حیرام ہیود نائب صدر اور موآب لامی اس کا پہلا ازدان مقرر ہوا۔ ماسونیت کا آغاز ہی مکر و فریب دجل و تلبیس دہشت گردی اور حقائق کی تسخیح سے ہوا۔ انہوں نے خوف و ہراس پھیلانے اور دہشت زدہ کرنے کیلئے متعدد رموز و اشارات وضع کئے اور اپنی محفلوں کا نام ہیکل یروشلم رکھتے ہیں تاکہ اس پر ہیکل سلیمانی کا لوگ دھوکہ کھا سکیں۔

حاخام لاکویز کا قول ہے کہ ماسونیت از اول تا آخر یہودی تنظیم ہے یہ اپنی تاریخ کے لحاظ سے بھی یہودی ہے اور اپنی تعلیمات اور درجہ بندیوں کے اعتبار سے بھی یہودی ہے، نیز اپنے کلمات غموض و خفی کے لحاظ سے بھی یہودی ہے اور ان کی ایضاحات و تشریحات کے آئینے میں بھی یہودی ہے۔

اس کے ظہور کی تاریخ متعین طور پر نہیں معلوم کیونکہ اس کو صیغۂ راز میں

رکھنے کے بڑے جتن کئے گئے البتہ راجح قول یہ ہے کہ اس کا ظہور و آغاز ۴۳ء میں ہوا۔ اس وقت اس کا نام القوۃ الخفیہ "مخفی قوت وطاقت" تھا جس کا مقصد عیسائیوں کی دل آزاری، ایذا رسانی قتل و غارت گری اور اغوا تھا، ساتھ ہی یہ بات بھی پیش نظر تھی کہ دین عیسائیت کو کہیں پاؤں جمانے کا موقعہ نہ مل سکے اور اس کے بڑھتے پھیلتے اثرات کے آگے بند باندھا جا سکے۔

یہ تنظیم، جیسا کہ مذکور ہوا، اپنے تشکیل کے دور میں القوۃ الخفیہ کے نام سے موسوم تھی، لیکن اپنے کام کی راہیں نکالنے کے لئے چند صدیاں پہلے اس کا نام ماسونیت رکھا گیا تاکہ آزاد معمار کے بہروپ کا سوانگ بھر کر دنیا کو دھوکہ دیا جا سکے اور اپنے اغراض کی تکمیل کی راہیں نکالی جا سکیں پھر یہی نام باقی و برقرار رکھا گیا خواہ حقیقت کے اعتبار سے اس کا اس سے کوئی ربط و تعلق نہ ہو۔

یہ ماسونیت کا پہلا دور تھا، اس کا دوسرا دور ۱۷۷۰ء سے شروع ہوتا ہے جب آدم وائز ہاویٹ عیسائی ملحد ہو کر ماسونیت سے آملا اور ساری دنیا پر یہودیوں کے غلبہ و تسلط کو اپنا مطمح مقصد قرار دیا یہ پروگرام ۱۷۷۶ء تک جاری رہا اس کی سب سے پہلی جو میٹنگ رکھی گئی اس کا نام نورانی محفل رکھا گیا یہ دراصل اس شیطان سے نسبت تھی جس کو ماسونی مقدس تصور کرتے ہیں۔

انجمن برائے مشرق وسطی کے نام سے انہوں نے ایک بورڈ تشکیل دیا خوبصورت اور دلفریب نعرے اچھالے، جس سے اکثر مسلمان قائدین و زعماء اور مفکرین و دانشور دھوکہ میں آ کر اس بورڈ میں شامل ہو گئے، پھر اس بورڈ کو ماسونیت کے اغراض کی تکمیل کے لئے استعمال کیا گیا اور تمام مسلمان زعماء و علماء خواہی نخواہی اس کے آلۂ کار بن گئے۔

**مشاہیر**

آدم وائز ہاویٹ جرمن نژاد عیسائی ہے (ت۔ ۱۸۳۰ء) اس نے ماسونیت کی جدید منصوبہ بندی کی۔



پیرالو۔ انقلاب فرانس کا مشہور قائد

مازینی اطالوی۔ اٹلی کا باشندہ تھا، وائز ہاویٹ کے بعد اس نے ماسونی تحریک کے استحکام کے لئے کارہائے نمایاں انجام دیئے۔

البرٹ مایک۔ (امریکی جنرل) فوجی ملازمت سے سبکدوش ہونے کے بعد اپنے جذبات بغض و عناد کی تسکین کے لئے ماسونیت میں شامل ہو گیا اور اس کے تمام تخریبی منصوبوں کو روبراہ لانے کے لئے تادم آخر ہمہ تن کوشاں رہا۔

لیوم برم فرانسیسی، اسے اباحیت کو عام کرنے کا ذمہ دار مقرر کیا گیا اس نے "مادی" کے نام سے ایک کتاب لکھی جو فحش نگاری میں اپنی مثال آپ ہے، آج تک اس سے زیادہ فحش لٹریچر دنیا کے سامنے نہیں آیا۔

کودیرلوس یہودی۔ یہ یہودیوں میں مقبول عام کتاب "خطرناک تعلقات" کا مصنف ہے۔

مانسینی جوزیبی (۱۸۵۰ — ۱۹۲۲ء)

ماسونی تحریک کی نمایاں شخصیات میں یہ نام بھی شامل ہیں۔

جان جاک روسو، وولتیر جرجی زیدان کارل مارکس۔

## افکار و عقائد اور اعمال

اللہ اور رسول کا انکار، تمام آسمانی کتابوں کی تکذیب ان کے عقیدہ کا جزو اول ہے عالم غیب کی تمام چیزوں کو اوہام و خرافات تصور کرتے ہیں دین و مذہب کی بیخ کنی ان کا اولین مقصد ہے۔ شرعی اور دینی حکومتوں کو گرانا، ناکام بنانا اور قومی حکومتوں کو بے دخل کر کے ان پر غلبہ حاصل کرنا ہی ان کے پروگرام کا مقصد ہوتا ہے۔

عورتوں کو اپنے مقاصد کے لئے استعمال کرنا، جنسی آوارگی پھیلانا پرکشش **جنسی ترغیبات** کے ذریعہ دوسرے ممالک کے سربراہوں کو اپنے جال میں پھنسانا ان کا معروف و مرغوب اسلوب کار ہے۔

• غیر یہودی اقوام کو متحارب قوموں میں تقسیم کر کے ان کو باور کراتے ہیں کہ ان کی یہ باہمی کشمکش تاریخ کی دیرینہ روایات کا ایک حصہ ہے تاکہ وہ قومیں ہمیشہ باہم لڑتی رہیں اور اتحاد و اتفاق ان میں کبھی راہ نہ پائے، پھر ہمیشہ اس موقعہ کی تاک میں رہتے ہیں کہ کب اور کس طرح ان کے درمیان جنگ و جدال کی آگ بھڑکائی جائے تاکہ اپنے اسلحوں کے کہنہ ذخیروں کو اونچی سے اونچی قیمت پر فروخت کر سکیں۔

مختلف ملکوں میں کلیدی مناصب کے حاملین کو رشوت اور پرکشش جنسی ترغیبات سے اپنا ہمنوا بناتے ہیں اور انھیں ماسونی مقاصد کے لیے استعمال کرتے ہیں۔

جو شخص ان کے دام تزویر میں ایک بار آجاتے وہ اس کی ایسی ناکہ بندی کرتے ہیں کہ وہ کٹھ پتلی کی طرح ان کے اشارہ چشم و ابرو پر ناچتا رہے اور چار و ناچار ان کے احکامات کی تعمیل میں کوشاں رہے۔

یہ لوگ میڈیا کو اپنے کنٹرول میں رکھتے ہیں تاکہ دنیا کو دھوکہ دینے کا کوئی مرحلہ آجائے تو جھوٹی خبریں پھیلا کر دنیا کو حقیقت سے آگاہ نہ ہونے دیا جائے اسی طرح تمام عالمی تنظیموں کو بھی اپنے زیر تسلط رکھتے ہیں، وہ کوشش کرتے ہیں اور ایسے حالات پیدا کرتے ہیں کہ کوئی ماسونی ہی ان کا صدر بن سکے اس کی ممبرشپ کے تین مراتب ہوتے ہیں۔

۱- العمی الصغار۔ نادیدہ کمسن، اس درجہ میں ان لوگوں کو رکھتے ہیں جو نئے نئے اس تنظیم میں شامل ہوتے ہیں۔

۲- الماسونیۃ الملوکیۃ۔ اس درجہ میں اس شخص کو رکھتے ہیں جو اپنے دین و وطن اور قوم و ملت کو خیرباد کہہ کے ماسونیت کا والہ و شیدا اور وفادار ہو جائے اس درجہ تک پہونچنے کے بعد ہی کوئی تیسرے درجہ کا امیدوار ہو سکتا ہے جیسے چرچل



اور بلفور وغیرہ۔

۳- الماسونیۃ الکونیہ۔ یہ سب سے اونچا درجہ ہے اس کے تمام افراد یہودی ہوتے ہیں اور سب تنہا تنہا رہتے ہیں۔ یہ لوگ بادشاہوں، رئیسوں اور چوٹی کے علما اور قائدین سے اپنا ربط پیدا کرتے ہیں اور ان کی شخصیت کے کمزور پہلوؤں پر تجسس و تفحص کی نگاہ رکھتے ہیں، پھر پورا اندازہ بہم پہونچا کر مختلف وسیلوں سے ان پر اپنی بالادستی قائم رکھتے ہیں اور پھر اپنے حسب منشا ان کو استعمال کرتے ہیں۔ صیہونیت کے تمام قائدین ماسونیہ کونیہ کے اراکین ہی ہوتے ہیں، یہی لوگ دنیا کے حالات و معاملات کی صورت گری اور منصوبہ بندی کرتے ہیں اور اس انداز سے منصوبہ بندی کرتے ہیں کہ ہر منصوبہ انجام کار یہودی مفاد کا ثمرہ ہو۔

بعض مورخین نے لکھا ہے کہ ماسونیت یہودیوں کے لیے شکار کا آلہ ہے جس سے بڑے بڑے سیاسی زعماء و قائدین کو رام کرتے ہیں اور اسی کے ذریعہ دنیا کی قوموں کو اپنے زیر تسلط رکھتے ہیں۔

امت مسلمہ کو ماسونیت نے بہت نقصانات پہنچائے۔ ماسونیت ہی نے اسلامی خلافت کا خاتمہ کر کے سلطان عبدالحمید کو معزول کیا۔ دنیا میں جتنی بغاوتیں ہوئیں ان کے پیچھے ماسونیت کا ہی ہاتھ تھا۔ اسی طرح انقلاب فرانس انقلاب برطانیا اور بلشفی بغاوت بھی ماسونیت ہی کے کارناموں کا نتیجہ تھی۔

**دائرۂ اثر**

ماسونیت تاریخ میں سب سے زیادہ منظم اور طاقتور خفیہ تنظیم ہے یہ ساری دنیا میں پھیلی ہوئی ہے اور بڑے بڑے سیاسی زعماء و قائدین اس کے ممبران ہیں، وہ اپنی کرسی اور جان [illegible] سے کٹھ پتلی کی طرح ان کے اشارہ ابرو پر ناچتے اور تھرکتے ہیں۔ ساری دنیا میں ان کی انجمنیں قائم ہیں جس کے ممبران ملک کے کلیدی مناصب کے حاملین ہوتے ہیں، تمام عالمی ملکی تنظیموں اور طلبہ کی تحریکات کو اپنے کنٹرول میں رکھتے ہیں ان کے دہشت گرد دستے بھی ہوتے ہیں تاکہ جو بھی ان کی راہ میں رکاوٹ پیدا کرے اس کا مجرمانہ کاروائیوں سے خاتمہ کیا جا سکے۔

# جامعہ کے لیل و نہار

ادارہ

## اجتماع حیدرآباد میں اساتذہ جامعہ کی شرکت

جماعت اسلامی ہند کے کل ہند اجتماع ارکان ۱۴ تا ۱۶ نومبر میں جامعۃ الفلاح کے دس اساتذہ کرام نے شرکت کی تھی جن کے اسماء درج ذیل ہیں۔

(۱) مہتمم تعلیم وتربیت جناب مولانا عبدالحسیب صاحب اصلاحی (۲) نائب مہتمم تعلیم وتربیت جناب مولانا رحمت اللہ اثری صاحب (۳) صدر جامعہ جناب مولانا طاہر مدنی صاحب (۴) جناب مولانا محمد عنایت اللہ سبحانی صاحب (۵) جناب مولانا نعیم الدین صاحب اصلاحی (۶) جناب مولانا محمد عمران خان صاحب فلاحی (۷) جناب مولانا مطیع اللہ صاحب مدنی (۸) جناب مولانا جمیل احمد صاحب فلاحی (۹) جناب ماسٹر جنید احمد صاحب (۱۰) جناب ماسٹر حبیب احمد صاحب

الحمدللہ یہ تمام اساتذہ کرام بخیر وعافیت ۱۹ نومبر ۱۹۹۶ء کو جامعہ واپس آگئے ہیں۔ اجتماع کے دوران جناب مولانا عبدالحسیب صاحب اصلاحی کی طبیعت ناموزوں ہوگئی تھی لیکن جلد ہی کنٹرول ہوگیا۔ بحمداللہ اب رو بصحت ہیں۔

اس پوری مدت میں تعلیم کا سلسلہ جاری رہا۔ اساتذہ کرام کی کمی کو ایک عبوری نظام تدریس کے ذریعہ پر کیا گیا۔ اور یہ تجربہ کامیاب رہا۔

## طلبہ جامعہ کی علیگڑھ کانفرنس میں شرکت

۱۴، ۱۵، ۱۶ نومبر ۱۹۹۶ء ایس آئی ایم کی کل ہند پانچویں کانفرنس میں شرکت کیلئے جامعہ سے طلبہ بسوں میں سوار ہو کر علیگڑھ پہنچے اور وہاں پروگراموں سے استفادہ کے بعد ۱۸ نومبر ۱۹۹۶ء کو جوش وجذبہ سے پر، اسلامی انقلاب کی تمنا کو



لیے ہوئے بخیر وعافیت جامعہ واپس آئے اور امتحان کی تیاریوں میں مصروف ہوگئے

## سالانہ امتحان

۱۹۹۶ء میں شعبہ امتحانات کو مستقل حیثیت حاصل ہوئی تو نظام امتحان میں کئی خوش آئند اور نتیجہ خیز تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ امتحان ہال میں افہام وتفہیم یا کسی نوعیت کے سوال پر پابندی لگنے سے ایک جانب امتحان ہالوں میں سکون واطمینان کی فضا قائم ہوئی تو دوسری جانب طلبہ میں خود اعتمادی کا جوہر پیدا ہوا، سوالات کو خود سے سمجھ لینے کی صلاحیت واستعداد پیدا ہوئی۔ اسی طرح طبعی ضروریات سے فراغت کے لئے امتحان ہال سے باہر نکلنے پر مکمل پابندی کی وجہ سے نقل کے حوصلوں کی پسپائی بھی ہوئی اور امتحان کی خاطر خواہ تیاری کے جذبہ کو بھی فروغ حاصل ہوا۔

ان تبدیلیوں کا یہ پہلو اور زیادہ قابل قدر ہے کہ اس سے طلبہ میں تعلیمی دلچسپی، مطالعہ کا شغف وانہماک اور مختلف مسائل میں تحقیق وجستجو کے ذوق میں اضافہ ہوا جسے عام طور پر محسوس کیا گیا۔ یہ تمام مظاہر حسن، ذمہ داران شعبہ امتحانات کے لائق وفائق کارکردگی کے مرہون منت ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ جامعہ کو تدریسی، تعلیمی اور تربیتی امور میں مہارت وبصیرت رکھنے والے ایسے اساتذہ سے تادیر استفادہ کی راہ پیدا کرے۔

امسال سالانہ امتحان یکم دسمبر ۹۶ء سے شروع ہوگا۔ اور ۱۷ دسمبر ۹۶ء کو آخری پرچہ ہوگا۔ اسکے بعد طلبہ گھروں کو جاسکیں گے۔ اساتذہ حضرات نتائج کی تیاریوں میں مصروف ہوں گے اور ۲۵ دسمبر ۹۶ء کو تعطیل کلاں کیلئے جامعہ بند ہوجائے گا۔ ان شاء اللہ ۹ شوال مطابق ۲۰ فروری ۹۷ء سے نیا تعلیمی سیشن شروع ہوگا۔

## مجلس تعلیمی اور مجلس شوریٰ کا اجلاس

ماہ کے اعادہ سے ہونے والا مجلس تعلیمی و مجلس شوریٰ کا اجلاس بالترتیب ۱۴ تا ۱۷ دسمبر ۱۹۹۶ء کو ہوگا۔ یہ سال رواں کا آخری اجلاس ہے۔ اس لئے تمام ہی ارکان

بقیہ صفحہ [illegible] پر

# روداد انجمن

ادارہ

## چاند پٹی یونٹ

انجمن طالبات قدیم چاند پٹی یونٹ کا پہلا اجتماع جناب مولانا اکمل صاحب اصلاحی کے گھر پر، محترمہ ساجدہ فلاحی صاحبہ کے زیر صدارت ۱۳/۱۹ ۹۶ء کو شروع ہوا۔ اجتماع کا آغاز ساجدہ صغریٰ پرویز قرأت سے ہوا، درس قرآن کے علاوہ متعدد تقاریر اور نظمیں بھی پیش کی گئیں

آخر میں اجتماع صدر انجمن محترمہ ساجدہ ابو اللیث صاحبہ فلاحی کی اختتامی تقریر پر ہوا، موصوفہ نے اپنی تقریر میں "امر بالمعروف و نہی عن المنکر" کی جانب خصوصی توجہ دلائی۔ (شاہدہ ہلالی)

## انجمن طلبہ قدیم کی شوریٰ کا اجلاس

انجمن طلبہ قدیم کی شوریٰ کا اجلاس ۱۳ دسمبر ۹۶ء کو شروع ہوگا یہ سال رواں کا آخری اجلاس ہے، اس کا خاص موضوع پورے سال کی کارکردگی کا جائزہ کمیوں اور کوتاہیوں کی نشاندہی اور ان کے تدارک کے لئے تفصیلی لائحہ عمل کی تجویز اور سالانہ بجٹ کی تیاری ہے۔

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ اس اجلاس کو کامیاب بنائے تمام ہی ارکانِ شوریٰ سے درخواست ہے کہ وہ اجلاس میں شرکت کیلئے حتی المقدور کوشش کریں۔

[illegible]

شوریٰ اور تعلیمی کمیٹی کے ممبران سے درخواست ہے کہ وہ اس اجلاس میں شرکت کے لئے تا بمقدور کوشش کریں۔



# حلقہ یاراں

محترم مدیر مجلہ حیات نو انور محمد فلاحی صاحب

السلام علیکم و رحمۃ اللہ

اللہ کرے کہ آپ اپنے رفقاء کار اور متعلقین کے ساتھ خیریت اور عافیت سے ہوں۔

مجلہ حیات نو بابت جون جولائی نظر نواز ہوا۔ اس شمارے میں ایسے مضامین ہیں جن سے یہ نمبر بہت دقیع ہوگیا ہے۔ ایک ضروری وضاحت از مولانا صدر الدین صاحب حفظہ اللہ اسلامی درسگاہوں کے اساتذہ اور مطلوبہ اوصاف، تو اس لائق ہے کہ کتابچہ کی صورت میں چھپوا کر تمام دینی درسگاہوں میں پہونچایا جائے بعض دینی درسگاہوں میں اساتذہ میں اخلاقی کمزوری بھی ایک قابل توجہ مسئلہ ہے،

خیر طلب،

محمد حسن [illegible] ۲۱/۸/۹۷ء

برادر عزیز انیس احمد صاحب زید مجدکم

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

آزادی پر تمہارا اداریہ پسند آیا البتہ تجزیہ اور علاج کے مابین ربط کی کمی محسوس ہوئی، آئندہ ان چیزوں کا بھی خیال رہے تو مزید جان پیدا ہوسکتی ہے اللہ اور زور قلم میں اضافہ کرے۔ آمین

والسلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

عبد البر اثری فلاحی

۲۹/۸/۹۷ء

# بہی خواہان جامعہ کی خدمت میں

ناظم جامعہ

آج کے طوفانی دور میں جب کہ ہر طرف مادیت کی یلغار ہے اور اخلاقی قدریں روبہ زوال ہیں، اسلام پر ہر طرف سے حملے ہو رہے ہیں اور ملت اسلامیہ کو مختلف قسم کے چیلنجوں کا سامنا ہے، ایسے پر آشوب دور میں "جامعۃ الفلاح" ان چیلنجوں کا ایک پرعزم جواب ہے، جہاں مسلمان بچوں کی اس انداز سے تعلیم و تربیت کی جاتی ہے کہ ان کے اندر کتاب و سنت کا گہرا علم پیدا ہو اور اسلامی اخلاق و کردار سے آراستہ ہوں، عصر حاضر کے افکار و نظریات سے واقفیت ہو اور ان کے اندر احیائے دین و شہادت حق کا ایسا جذبہ پیدا ہو کہ وہ وسعت قلب و نظر کے ساتھ معاشرے کی اصلاح اور دعوت اسلامی کے لئے اپنی صلاحیتوں کو وقف کر سکیں۔

نیچے جامعہ کے نمائندوں اور ان کے حلقہ کار کی فہرست دی جا رہی ہے براہ کرم بہی خواہانِ جامعہ ان کے ساتھ اپنی دل چسپیوں اور ہمدردیوں کا ثبوت دیں اور دیگر احباب کو بھی متوجہ کریں۔

| | |
|---|---|
| جناب ماسٹر مقصود احمد صاحب | ریے روڈ، ولے پارلے، دھاراوی، سائن، باندرہ، |
| ,, مولوی اختر علی فلاحی ,, | سانتا کروز، ماہم، اندھیری، جوہو گلی، گورے گاؤں، کاندیولی، گنیش نگر، ملاڈ، جوگیشوری، بوریولی |
| ,, ماسٹر عبدالمالک صاحب | مدنپورہ، بائیکلہ، بھنڈی بازار، پوربندر، قلابہ، |
| ,, ,, محمد خالد صاحب | گرانٹ روڈ، بمبئی سنٹر، سات راستہ، ڈونگری، دادر، ٹھیکر محلہ، کماٹی پورہ، چوکی محلہ، بھیریا اسٹریٹ، جے جے ہاسپٹل، دو ٹانکی، چیراغ گلی، مومن پورہ، مدنپورہ، کاشی گری۔ |



| | | |
|---|---|---|
| ۱ | جناب مولانا امیر فیصل صاحب | کرلا، ساکی ناکہ، گھاٹ کوپر، وکرولی، بھانڈوپ، |
| ۲ | ,, ,, افتی الحسن ,, | گوونڈی، چیمبور، مردل ناکہ، خیرانی روڈ، چکالہ، شیواجی نگر، بیگن واڑی، واکولہ، سلائی داس۔ |
| ۱ | ,, مولانا عرفان احمد ,, | بھیونڈی، کلیان، مالیگاؤں، دھلیا، ناسک |
| ۲ | ,, حافظ ریاض احمد صاحب | پونا۔ |
| ۱ | ,, ماسٹر محمد خالد صاحب | ممبرا، کوسہ |
| ۱ | ,, حافظ عطاء اللہ ,, | جالنہ، اکولہ، اورنگ آباد، ایوت محل، پاچورہ، فیض پور، بیاول |
| ۱ | ,, ماسٹر حبیب احمد صاحب | احمد آباد، سورت، واپی، بلساڑ، بڑودہ |
| ۲ | ,, مولانا فصیح الدین ,, | ,, ,, ,, ,, ,, |
| ۱ | ,, ,, احسان الحق ,, | اندور، اجین |
| ۱ | ,, ماسٹر محمد طاہر صاحب | جے پور، کوٹہ، باران، سنکیت، وزیر پور، ٹانگولی، سانگود، مرزا پور، سوائی مادھوپور، کھوبی، بیاوڑ، جھتیڑ، سیلو، گنگاپور سٹی، ادری کلاں۔ |
| ۱ | ,, مولانا جمیل احمد صاحب | دہلی، غازی آباد، میرٹھ، ہاپوڑ، مظفر نگر، مراد نگر، |
| ۲ | ,, ,, معین الدین ,, | سوری، سہارنپور، دیوبند |
| ۱ | ,, ماسٹر عبداللہ ,, | دہلی |
| ۲ | ,, ,, توفیق احمد ,, | ,, |
| ۱ | ,, مولانا محمد شاہد ,, | حیدرآباد، بنگلور، ہاسن، مدراس |
| ۱ | ,, ماسٹر کامل رضا ,, | کلکتہ، آسنسول، بردوان |
| ۱ | ,, منشی محمد سہیل ,, | بنارس، لکھنؤ، کانپور، بریلی، رامپور، آگرہ، علی گڑھ، نینی تال، ہلدوانی |

| | | |
|---|---|---|
| ۱ | جناب محمد حسن صاحب | فیض آباد، جلالا ٹنڈہ، بسکھاری، ہنسور، بھوے پور، جلال پور، جہانگیر گنج، سلطان پور، فتح پور، کٹھواری، مچھلی شہر |
| ۱ | جناب مولانا رضوان الحق صاحب | گورکھپور، بستی، سمریاواں بازار، لوہرولی بازار، ڈومریا گنج، بانسی، اٹوا بازار، جھکہیا، تلسی پور، بھیچپڑوا، بلرامپور، گونڈہ |
| ۲ | " ماسٹر نظام الدین " | |
| ۱ | " " ہارون رشید " | سرائے میر، مہراج گنج، چاند پٹی، کرمینی، کپتان گنج، پھول پور، امباری، اترولیا، بوڑھن پور، مرزا پور، دوہرا چرک، چنار، رابرٹس گنج، بندھیاچل، ٹڑ ماہول، بادشاہ پور، الہ آباد، ہیروان، سرائے عاقل، مئو آئمہ، کھونیا، بھیچوپور، بھدوہی ۔ |
| ۲ | " " علی انور " | |
| ۱ | جناب سراج احمد صاحب | شہر اعظم گڑھ، محمد پور، صدر، سنجر پور، بھیرسیا، نظام آباد، ڈبھریا، سنوارہ، کوٹلہ، کوئیلا ڑی، بنارس |
| ۱ | " مولانا عبداللطیف صاحب | مئو، کوپا گنج، بندی کلاں، سلطان پور، فتح پور، تال رتوے، کشائی پور، لدھوائی، بلتھرا روڈ، |
| ۲ | " ماسٹر معین الدین " | |
| ۱ | " مولانا اسمٰعیل صاحب | مظفر پور، گیا، پٹنہ، رانچی، ہزاری باغ، سیوان |
| ۱ | " ماسٹر محمد حنیف خان صاحب | بنگالی پور، علاؤالدین پٹی، بندول، جیراجپور، گلولی، نصیر پور، شیخوپور، جمین پور، عظمت گڑھ، بھیچپوری، محمد پور، چاند پار، شاہ پور، برلاہ، ظہیر الدین پور، امروہی، بھیرسیا، |
| ۱ | " عبدالحفیظ " | خالص پور، بھادا پور، تحفہ پور، اشرف پور، بلکٹ، ٹنگٹر پور، بلیا، کلیان پور، ڈھکوا، اکبر پٹی، بمہور، ددرہی، ٹھکیا، ہرکھپور، سرہا، سکندر پور، ذبیر پور، قاضی سرائے |
| ۲ | " اعجاز احمد " | |

بقیہ صفحہ [illegible] پر